صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ

لشکرِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

دروس اور عبرتیں

ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ

لشکرِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

دروس اور عبرتیں

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

مبحث اوّل

ابوبکر کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہما روانہ کرنا

مبحث دوئم

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی میں دروس اور نصیحتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إِنَّ الْـحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُـرُوْرِ أَنْـفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَـلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَـلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَـرِيْكَ لَـهُ، وَأَشْهَـدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ❶

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ ❷

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا . يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ❸

امابعد!

داعیانِ حق کے کارہائے نمایاں کے بیان میں مسلمانوں کے لیے عموماً اور دعوتِ دین کی خاطر سرگرم لوگوں کے لیے خصوصاً بہت سے دروس، نصیحتیں، عبرتیں اور حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ ان کے کارنامے دعوتِ دین کے میدان میں روشنی کے مینار

❶ سورة آل عمران/ الآية ۱۰۲. ❷ سورة النساء/الآية الأولى. ❸ سورة الأحزاب/ الآيتان ۷۰ـ۷۱.

ہوتے ہیں، ان میں راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب اور مشکلات سے نمٹنے کے لیے راہ نمائی پائی جاتی ہے۔ ایسے واقعات بجائے خود حق کی خاطر قربانی، فداکاری اور جان نثاری کے لیے مستقل، مؤثر اور زوردار دعوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

داعیانِ حق کے کارناموں کے بیان کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے، کہ قرآن وسنت کا ایک بڑا حصہ ایسے واقعات پر مشتمل ہے۔

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد داعیانِ حق میں سے سب سے بلند و بالا اور شان وعظمت والے لوگ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز و محترم ساتھی ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار، آپ کے جانشین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ، وَلٰكِنْ أَخِيْ وَصَاحِبِيْ." [1]

"اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا، تو ابوبکر کو بناتا، لیکن وہ میرا بھائی اور ساتھی ہے۔"

اور انہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہما." [2]

"ان دو کی پیروی کرنا، جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔"

انہی کے بارے میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے صفحاتِ تاریخ پر اپنی

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لو کنت متخذاً خلیلا"، رقم الحدیث ٣٦٥٦، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، ١٧/٧.

[2] جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب، رقم الحدیث ٣٩٠٦، ١٠٢/١٠. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ٣/٢٠٠).

شہادت ان الفاظ کے ساتھ ثبت کی:

"فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ." [1]

''آپ ہمارے سردار، اور ہم سب سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں۔''

اور جب حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

"أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ."

''رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بلند مقام والی شخصیت کون سی ہے؟''

تو انھوں نے بایں الفاظ اپنی رائے کا اظہار فرمایا:

"أَبُوْبَكْرٍ." [2]

''وہ ابوبکر ہیں۔'' رضی اللہ عنہ

دینِ حق کی خدمت اور سربلندی کے لیے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کتنے ہی جلیل القدر اور عظیم الشان کارنامے اور بے مثال قربانیاں ہیں۔ انھی کارہائے نمایاں میں سے ایک انتہائی اہم، عظیم اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خیر و برکت والا کارنامہ یہ ہے، کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سنگینیٔ حالات اور عام حضرات صحابہ کے اختلاف کے باوجود لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ آپ کے اس کارنامے میں بہت سے دروس، نصیحتیں اور حکمت وعبرت کی باتیں ہیں۔ اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے انھی میں سے کچھ باتوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے درج ذیل امور کا اہتمام کرنے کی

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا" رقم الحديث ٣٦٦٨، ٧/ ٢٠.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق، رقم الحديث ٣٦٧١، ٧/ ٢٠.

کوشش کی گئی ہے:

ا: حدیث، سیرت اور تاریخ کے بنیادی مراجع کی روشنی میں حضرت ابوبکر کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو ارسال کرنے کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

۲: سیّدنا ابوبکر کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کرنے کے متعلقہ واقعات سے سولہ دروس اور عبرت و نصیحت کی باتیں استنباط کی ہین۔

۳: ان حاصل شدہ دروس اور عبرتوں کے بیان کے دوران، تائید اور وضاحت کی غرض سے کتاب و سنت کے دلائل پیش کیے ہیں۔

۴: احادیث شریفہ کے نقل کرتے ہوئے اس بات کا اہتمام کیا ہے، کہ وہ ثابت شدہ ہوں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتابوں سے نقل کردہ احادیث شریفہ کے متعلق اہل علم کی رائے ذکر کردی ہے، البتہ صحیحین سے منقولہ احادیث شریفہ کے بارے میں علمائے امت کے اقوال درج نہیں کیے، کیونکہ ان کے ثابت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ [1]

۵: استنباط کردہ دروس اور نصیحتوں کی تائید اور تشریح کی غرض سے دیگر حضرات صحابہ کے اعمال اور واقعات کا اشارۃً ذکر کیا گیا ہے۔ خوفِ طوالت کے پیش نظر ان کا تفصیلی ذکر نہیں کیا گیا، البتہ جن کتابوں میں یہ واقعات موجود ہیں، ان کے نام اور متعلقہ صفحات کے نمبر حاشیہ میں درج کردیے گئے ہیں۔

٦: کتاب کے آخر میں مراجع و مآخذ کے متعلق تفصیلی معلومات درج کردی گئی ہیں، تاکہ مزید معلومات طلب کرنے والے حضرات کو ان تک رسائی میں دقت نہ ہو۔

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمة النووي لشرحه علی صحیح مسلم ص ١٤؛ ونزهة النظر في توضیح نخبة الفکر ص٢٩.

کتاب کا خاکہ:

توفیقِ الٰہی سے اس کتاب کی تقسیم حسب ذیل انداز میں کی گئی ہے:

پیش لفظ

مبحث اوّل: ابوبکر کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہما روانہ کرنا

اس مبحث میں قصہ کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔

مبحث دوئم: جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی میں دروس اور نصیحتیں

اس مبحث میں حاصل شدہ سولہ دروس اور عبرتوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

خاتمہ

اس میں کتاب کا خلاصہ اور مسلمانان عالم سے اپیل ہے۔

شکر و دعا:

بندۂ ناتواں مولائے رحیم و کریم کا شکر گزار ہے، کہ اس نے اس موضوع کے بارے میں یہ کتاب تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اب اس ہی سے عاجزانہ التماس ہے، کہ اس حقیر اور معمولی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ .

رب ذوالجلال سے یہ بھی التجا ہے، کہ وہ میرے گرامی قدر والدین کو جزائے خیر عطا فرمائے، کہ انھوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت و عظمت کو ان کے سینوں میں پیوست کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کی۔ (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا) .

اپنے دو معزز ساتھیوں اور بھائیوں پروفیسر ڈاکٹر زید بن عبد الکریم الزید اور

پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ساداتی الشنقیطی کا شکر گزار ہوں، کہ اس کتاب کی تیاری میں ان کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا گیا۔

محترم مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کا شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں، کہ انھوں نے اس کتاب کو یہ اعزاز بخشا، کہ اس کے ترجمے کی ذمہ داری قبول فرمائی اور اسے عمدگی سے نبھایا۔ عزیزان القدر حافظ حماد الٰہی و حافظ سجاد الٰہی کے لیے دعا گو ہوں، کہ انھوں نے اردو ترجمے کی مراجعت اور پروف ریڈنگ میں تعاون کیا۔ عزیزان القدر ابوبکر قدوسی اور عمر فاروق قدوسی کے لیے دعا گو ہوں، کہ انھوں نے محبت واخلاص سے اس کتاب کی طباعت کی ذمہ داری کو پورا کیا۔ جَزَى اللّٰهُ تَعَالٰی الْجَمِيْعَ خَيْرَ الْجَزَاءِ فِيْ الدَّارَيْنِ.

اپنی اہلیہ اور سب بیٹوں بیٹیوں کے لیے دعا گو ہوں، کہ انھوں نے میری تدریسی، تالیفی اور دیگر مصروفیات کا خیال رکھا اور مقدور بھر میری خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور سب مسلمانوں کے گھر والوں اور اولادوں کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اپنے دین کی مخلصانہ خدمت کی ہمیں اور ان سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ آمین يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

مولائے کریم اس کتاب کو میرے لیے اور سب قارئین کرام کے لیے ذریعہ نجات بنائے آمین. يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ! وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاَتْبَاعِهِ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ.

فضل الٰہی

مبحث اوّل

ابوبکر کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہما روانہ کرنا

تمہید:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جن دو بڑی سلطنتوں کی سرحدیں جزیرۃ العرب کے ساتھ ملتی تھیں، ان میں سے ایک رومی سلطنت تھی۔ جزیرۂ عرب کے شمالی حصے کے بہت بڑے علاقے پر اس کا قبضہ تھا، وہاں کے امرا رومی سلطنت کی طرف سے مقرر کیے جاتے تھے، جو کہ اس کے احکام کی تعمیل بجالاتے اور اس کے مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علاقوں میں دعوتِ اسلام کے لیے اپنے نمائندے اور قاصد بھیجے تھے۔ شاہِ روم ہرقل کی طرف حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا دعوتی مکتوب دے کر بھیجا۔ [1] لیکن ہرقل، اس کے وزیروں اور امرا نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق قبول نہ کی اور دوسرے لوگوں کو بھی قبول حق سے روکنے اور راہِ رب پر گامزن ہونے سے باز رکھنے کی جدوجہد کرنے لگے۔

آٹھ ہجری کے ماہِ جمادی الاولیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ملکِ شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، جس کے نتیجے میں مؤتہ کے مقام پر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں دو طاقتیں میدان میں کھڑی

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب بدء الوحی، باب، حدیث نمبر ۷، ۱/۳۱۔۳۲۔

تھیں، ایک رومی فوج تھی اور دوسری طاقت ان نصاریٰ کی تھی، جو عرب سے نقل مکانی کر کے شام کے علاقے میں آباد ہوئے تھے اور رومی حکومت کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔

اس معرکے میں جب زید رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، تو علم قیادت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ ان کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مسلمان فوج کے قائد مقرر ہوئے اور جب وہ بھی درجہ شہادت کو پہنچے، تو لشکرِ اسلامی کی زمامِ قیادت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ انھوں نے مسلمان فوج کو دشمن کے گھیرے سے نکالا اور اسے مدینہ طیبہ لے آئے۔ [1]

نو ہجری کے ماہِ رجب میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں سے جہاد کے لیے نکلے [2] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمان فوج مدینے سے روانہ ہو کر مقام تبوک [3] تک پہنچ گئی، لیکن نہ رومی مسلمانوں کے مقابلے میں آئے اور نہ عرب کے نصرانی قبائل میدان میں نکلے۔ قیام تبوک کے دوران میں متعدد قصبات و قبائل کے امرا و حکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے جزیہ ادا کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی [4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لشکر بیس دن تبوک میں قیام کے بعد مدینہ طیبہ واپس آ گیا۔ [5]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب المغازى، باب غزوة مؤته من أرض الشام، ۷/ ۵۱۰؛ وفتح الباري ۷/ ۵۱۱؛ والسيرة النبوية الصحيحة از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری ۲/ ۴۶۷ـ ۴۷۰.

[2] ملاحظہ ہو: فتح البارى ۸/ ۱۱۱.

[3] تبوک، حجاز سے بجانب شمال واقع ہے اور موجودہ دور میں مدینے سے ۷۷۸ کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔

[4] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب إذا وادع الامام ملك القرية هل يكون ذلك لبقيتهم؟ ۶/ ۲۶۶؛ والسيرة النبوية الصحيحة ۲/ ۵۳۵، والسيرة النبوية فى ضوء المصادر الاصلية، از ڈاکٹر مہدی رزق اللہ، ص ۶۲۹.

[5] ملاحظہ ہو: موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، كتاب المواقيت، باب مدة القصر، روایت نمبر ۵۴۶، ص ۱۴۵، والسيرة النبوية الصحيحه ص ۵۳۵.

آنحضرت ﷺ کا لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ تیار کرنا:

گیارہ ہجری کے ماہِ صفر کے آخری دنوں میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو بلقا اور فلسطین کے علاقوں میں جا کر رومیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس جنگ کے لیے تیار ہونے والے لشکر میں مہاجرین اور انصار میں سے کبار صحابہ بھی شامل تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس لشکر کا قائد اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی وفات سے دو روز قبل ہفتے کے دن لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی تیاری مکمل ہوگئی تھی اور اس کی تیاری کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی بیماری سے پہلے شروع کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ماہِ صفر کے آخر میں لوگوں کو جہادِ روم پر جانے کا حکم دیا اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

> ''تم اس مقام کی طرف روانہ ہو جاؤ، جہاں تمھارے باپ نے شہادت پائی تھی۔ وہاں خوب جنگ کرو۔ میں تمھیں وہاں جانے والے لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں۔'' ❷

امارت اسامہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والوں پر اظہارِ خفگی:

بعض لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر معترض ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے ان پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر بھیجنے کا عزم کیا جس کا امیر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر لوگوں

---

❶ ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویہ فی ضوء المصادر الاصلیہ، ص ٦٨٥، والسیرۃ النبویہ الصحیحہ ٢/٥٥٢.

❷ فتح الباري ملخصًا ٨/١٥٢.

نے اعتراض کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''تم اب اسامہ کی امارت کو ہدف ٹھہراتے ہو، اس سے قبل تم اس کے باپ (حضرت زید) کی امارت پر بھی معترض ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! زید امارت کے مستحق تھے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ لائقِ محبت تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے (اسامہ) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے باعث لشکر کا جرف[2] میں رکنا:

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی سے دو دن پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور بیماری نے شدّت اختیار کر لی، جس کی وجہ سے یہ لشکر جرف کے مقام پر رک گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ واپس آ گیا۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ پیش آتے ہی حالات بالکل بدل گئے اور جیسا کہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا، تو عرب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی اور پورے زور کے ساتھ نفاق کا عمل اُبھر آیا۔''[4]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامه بن زيد رضي الله عنهما في مرضه الذي توفي فيه، حديث نمبر ٤٤٦٩، ١٥٢/٨.

[2] جرف ''جیم'' کے پیش اور ''را'' کے سکون کے ساتھ۔ یہ مقام مدینے سے بجانب شام تین میل کے فاصلے پر ہے۔ (معجم البلدان ١٤٩/٢).

[3] ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٥٢/٨؛ والسيرة النبويه الصحيحه ٢٥٢/٢؛ والسيرة النبويه في ضوء المصادر الأصليه ص ٦٨٥.

[4] البداية والنهاية ٣٤٣/٣-٣٤٤.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

''اللہ کی قسم! اس وقت مجھ پر پریشانی کا جو زبردست ریلا آیا، اگر وہ پہاڑ پر آتا تو اسے بھی توڑ کر رکھ دیتا۔ اس زمانے میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی حالت ان بھیڑوں کی سی ہوگئی تھی، جو بارش کی رات میں درندوں کے جنگل میں تنہا کھڑی ہوں۔'' [1]

اسامہ کی روانگی کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حکم:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوگئے، تو انھوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم دیا، کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کردے، کہ اسامہ کے لشکر کو رومیوں سے جہاد کے لیے بھیجنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس لشکر کا ہر سپاہی مدینے سے نکل کر جرف کے مقام پر پہنچ جائے، جہاں اس لشکر نے پہلے دن پڑاؤ کیا تھا۔ [2]

لشکر روکنے کے لیے صحابہ کی درخواست:

اس اعلانِ عام کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی، کہ جن لوگوں کو اس لشکر میں بھیجا جا رہا ہے، وہ مسلمانوں کے جلیل القدر افراد ہیں اور عرب کی اس وقت جو حالت ہوگئی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں، کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو آپ اپنے سے الگ کر دیں۔ یہ جماعت یہاں رہے گی، تو آپ کی مددگار ثابت ہوگی۔ [3]

---

[1] البداية والنهاية ٦/٣٤٣-٣٤٤.

[2] ملاحظہ ہو: تاريخ الطبري ٣/٢٢٤.

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٣/٢٢٥.

صدیق رضی اللہ عنہ کا درخواست قبول کرنے سے انکار:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے! اگر مجھے یہ یقین ہو، کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے، تو بھی میں اسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روانہ کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہے اور میں تنہا رہ جاؤں، تو بھی یہ لشکر روانہ ہوگا۔ [1]

اسامہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ واپسی کی التجا:

تمام لشکر اپنے فوجی ٹھکانے جرف کے مقام پر پہنچ گیا۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کی، کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر یہ گزارش پیش کریں، کہ ان لوگوں کو واپس مدینے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

انھوں نے یہ بھی عرض کیا، کہ بہت سے جلیل القدر صحابہ میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ مجھے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ طیبہ میں باقی رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں تشویش ہے۔ ایسا نہ ہو، کہ اس لشکر کی روانگی کے بعد مشرکین انھیں اچک کر لے جائیں۔ [2]

انصار کی امیرِ لشکر تجربہ کار شخص مقرر کرنے کی درخواست:

انصار سے تعلق رکھنے والے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی، جو اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ آپ خلیفہ رسول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے اور ان

---

[1] ملاحظہ ہو: تاریخ الطبري ۳/۲۲۵.

[2] ملاحظہ ہو: الکامل ۲/۲۲٦.

کی خدمت میں ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچایئے، کہ وہ ہمارے اس لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو مقرر فرمائیں، جو اسامہ سے زیادہ عمر کا ہو۔ [1]

بارگاہِ صدیقی سے دونوں درخواستیں مسترد:

عمر بن خطاب یہ دونوں درخواستیں لے کر ابوبکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے انھوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پیش کی۔ اس کے جواب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیے مجھے اٹھا کر لے جائیں، تو بھی میں وہ کام کرنے سے نہیں رکوں گا، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا، اگرچہ ان بستیوں میں میرے سوا کوئی متنفس باقی نہ رہے۔''

یہ قطعی جواب سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کا نقطۂ نگاہ پیش کیا، کہ ''اس لشکر کی روانگی اگر ضروری ہے، تو اس کا عہدۂ امارت کسی ایسے شخص کے سپرد کیا جائے، جو سن و سال کے اعتبار سے اسامہ سے بڑا ہو۔''

عمر رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں پیغام پہنچاتے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ دوسرا پیغام سنتے ہی وہ جگہ سے اٹھے اور کھڑے ہو کر غصے کی حالت میں عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

''اے عمر! تیری ماں تجھے گم پائے۔ اسامہ کو اس امارت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اور تم مجھے حکم دیتے ہو، کہ میں اسے منصب سے الگ کر دوں۔''

ابوبکر کا یہ دوٹوک جواب سن کر عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے پاس آئے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: الکامل ۲/۲۲۶.

لوگوں نے بے تابی سے پوچھا: ''کیا جواب لائے؟''

فرمایا: ''چلے جاؤ میرے سامنے سے۔ تمھاری مائیں تمھیں گم پائیں، مجھے تمھاری وجہ سے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھڑکیاں کھانا پڑیں۔'' ❶

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لشکر کو الوداع کرنے کے لیے نکلنا:

بعد ازاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر میں تشریف لائے، فوجیوں کو اپنے سامنے روانہ کیا اور انھیں الوداع کہنے کے لیے کچھ دور ان کے ساتھ گئے۔ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے اور ان کی سواری کی لگام عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی، جب کہ اسامہ سوار تھے۔ اسامہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا:

''اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں سوای سے اتر کر پیدل چلوں گا۔''

انھوں نے فرمایا:

''نہ تم سواری سے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ میرا اس بات میں کیا نقصان ہے، کہ تھوڑی دور اللہ کی راہ میں پیدل چل کر اپنے قدم غبار آلود کرلوں۔ غازی کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے سات سو درجے بلند کیے جاتے ہیں اور سات سو گناہ دور کیے جاتے ہیں۔'' ❷

ابوبکر کی طرف سے عمر رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں رکھنے کی درخواست:

اسی اثنا میں خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق نے اسامہ رضی اللہ عنہما سے درخواست کی، کہ:

---

❶ الکامل ۲/۲۲۶. ❷ ملاحظہ ہو: تاریخ الطبري ۳/۲۲۶.

"اگر میری کچھ مدد کرنا مناسب سمجھیں، تو عمر کو مدینہ طیبہ میں میرے پاس رہنے دیں۔"

اسامہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز سے موافقت کی اور عمر رضی اللہ عنہ جو قبل ازیں لشکر اسامہ میں شامل تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اعانت کے لیے مدینہ طیبہ میں رہ گئے۔[1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی لشکر کو دس نصیحتیں:

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

لوگو ٹھہرو! میں تمھیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، انھیں اچھی طرح یاد رکھنا:

1. خیانت نہ کرنا۔
2. بدعہدی نہ کرنا۔
3. کسی کو دھوکا نہ دینا۔
4. مقتولوں کا مثلہ نہ کرنا یعنی ان کے ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضا نہ کاٹنا۔
5. پھل دار درخت نہ کاٹنا۔
6. کسی بکری، گائے اور اونٹ کو سوا کھانے کے ذبح نہ کرنا۔
7. تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے، جنھوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہے، انھیں کچھ نہیں کہنا، ان کے حال پر ہی انھیں چھوڑ دینا۔
8. تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے، جو تمھارے لیے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے، تم انھیں کھانے لگو، تو بسم اللہ پڑھ کر کھانا۔
9. تم ایسے لوگوں سے ملو گے، جنھوں نے سر کا درمیانی حصہ منڈوایا ہوگا اور سر کے

---

[1] ملاحظہ ہو: تاریخ الطبري ٣/٢٢٦.

چاروں طرف بالوں کی لٹیں لٹکائی ہوں گی، انھیں تلوار سے مارنا (قتل کردینا)۔

⑩ اپنی حفاظت اللہ تعالیٰ کے نام سے کرنا۔

اللہ تعالیٰ تمھیں نیزوں اور طاعون سے فنا کرے ❶۔❷

ابوبکر کی اسامہ رضی اللہ عنہما کو نصیحت:

عام لشکر کو یہ دس نصیحتیں کرنے کے بعد حضرت ابوبکر نے اسامہ رضی اللہ عنہما کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی اور انھیں نصیحت کی، کہ انہی امور کو مرکزِ عمل ٹھہرائیں، جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنگ کا آغاز قضاعہ کی آبادیوں سے کرنا۔ پھر آبل ❸ کا قصد کرنا، کسی معاملے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ ❹

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی کامیاب واپسی:

اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے شام کی سرحد میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبائل قضاعہ میں اپنے گھوڑ سواروں کو پھیلا دیا۔ پھر آبل پر حملہ کیا، جس میں وہ کامیاب رہے اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ ❺ ان کے آنے جانے کا یہ سفر چالیس روز کا تھا۔ ❻

---

❶ اس سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمھیں شہادت نصیب فرمائے، میدان جنگ میں جام شہادت نوش کر کے یا طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہونے سے۔

❷ ملاحظہ ہو: تاریخ الطبري ۳/۲۲۶۔۲۲۷۔

❸ آبل، وہ منطقہ ہے، جو آج کل بلادِ اردن کے جنوب میں واقع ہے۔ (حاشیہ التاریخ الإسلامی از استاذ محمود شاکر ۳/۶۶)۔

❹ تاریخ الطبري ۳/۲۲۷۔

❺ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۲۲۷۔

❻ ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۱۔

ہرقل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کی سرزمین پر اسامہ رضی اللہ عنہ کے حملے کی اطلاع، دونوں باتیں ایک ہی وقت میں پہنچی تھیں۔ یہ سن کر رومیوں نے تعجب و حیرانی سے کہا، کہ یہ کیسے لوگ ہیں، جن کا سربراہ وفات پا گیا ہے اور اس کے باوجود یہ ہماری سرزمین پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔ ❶

قبائل عرب پکار اٹھے:

''اگر یہ طاقت ور نہ ہوتے، تو فوج نہ بھیجتے۔ اتنی بڑی فوج ان کے طاقت ور ہونے کی دلیل ہے۔''

اس طرح وہ ان بہت سی کارروائیوں سے رک گئے جو وہ مسلمانوں کے خلاف کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ ❷

❶ ملاحظہ ہو: تاریخ الاسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) حافظ ذهبی ص ۲۰۔

❷ الکامل ۲/۲۲۷۔

مبحث دوئم

جیشِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی میں دروس اور نصیحتیں

تمہید:

حضرت ابوبکر کا لشکر اسامہ رضی اللہ عنہا کو بھیجنا اپنے اندر عبرت و نصیحت اور خیر و موعظت کا بہت بڑا سامان رکھتا ہے۔ توفیقِ الٰہی سے آئندہ صفحات میں عبرت و موعظت کی سولہ باتیں بیان کی جارہی ہیں۔ ان میں سے ہر بات کے متعلق گفتگو ایک مستقل عنوان کے تحت ہوگی۔

-۱-

حالات میں تغیر وتبدل کا ہونا

اس واقعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، کہ حالات کی رفتار ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی، حالات میں انقلاب وتبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ جو حالات نبی کریم ﷺ کی وفات سے پہلے تھے، آپ کی وفات کے بعد یکسر تبدیل ہو گئے۔ پہلے اسلام اور مسلمانوں کی کیفیت یہ تھی، کہ وہ ترقی اور عروج کی منزلیں طے کر رہے تھے اور لوگ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ. وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا.﴾ [1]

"جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی اور تم نے دیکھ لیا، کہ لوگوں کے غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔"

۹ ہجری میں یہ صورت حال تھی، کہ مختلف علاقوں سے وفودِ عرب کامل اطاعت و فروتنی کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل اسلام کی طرف آ رہے تھے اور اس سال اتنی کثرت کے ساتھ وفود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہ اس سال کا نام ہی "عام الوفود" [2] پڑ گیا۔ [3]

---

[1] سورۃ النصر/الآیات ۱-۳

فتح مکہ کے وقت اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار پاک جاں بازوں پر مشتمل تھی، جب کہ اس کے صرف ایک سال بعد غزوۂ تبوک میں تیس ہزار مجاہد شامل تھے۔ اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ہم دیکھتے ہیں، کہ مسلمانوں کا ایک بحرِ بے کراں ہے، جو ٹھاٹھیں مارتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جارہا ہے اور دور دور تک ان کی لبیک و تکبیر اور تسبیح و تحمید کی آوازوں کی گونج سنائی دی جارہی ہے۔ ❶

اب عرب کے لوگوں کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ تقدیر و اجلال کے جذبات کے ساتھ مدینے کی طرف دیکھنے لگے اور سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی راستہ ان کے سامنے نہ رہا۔ مدینہ طیبہ جزیرۂ عرب کا دارالخلافہ بن گیا، جس کو نظر انداز کردینا اہلِ عرب کے لیے ممکن نہ رہا۔ ❷

پھر ایک وقت آتا ہے، کہ حالات یکا یک بدلتے اور کروٹ لیتے ہیں اور ایسے قالب میں ڈھل جاتے ہیں، جس کا ذکر امام طبری نے اس روایت میں کیا ہے، جو ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، کہ انھوں نے کہا:

''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کی گئی اور انصار ابتدا میں اختلاف کے بعد، خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق ہوگئے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے کا مرحلہ طے کیا جائے۔''

اس وقت عرب کے ہر قبیلے کے زیادہ یا کم افراد ارتداد کی راہ پر چل پڑے تھے اور ان میں نفاق پیدا ہوگیا تھا، اور یہود و نصاریٰ سر اونچے کرکے بغلیں بجانے لگے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے اور مسلمان اپنی قلت تعداد اور دوسروں کی کثرتِ تعداد کی بنا پر اس طرح ہوگئے تھے، جیسے بارش کی سرد رات میں

---

❶ ملاحظہ ہو: الرحیق المختوم از شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری، ص ۴۴۴۔

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ٤٥٤.

بکری کی حالت ہو جاتی ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''یہی تو قریباً جماعت مسلمہ ہے اور عرب کی جو حالت ہوگئی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے، انھوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کی جماعت کو اپنے آپ سے جدا کر دینا مناسب نہیں۔'' ❶

کتنا زبردست انقلاب برپا ہوا! حالات نے کیا رخ اختیار کیا! اور کتنی جلدی معاملات میں تبدیلی آئی! سبحان اللہ! وہی پاک ذات ہے جو تمام امور کی مالک ہے، وہ جس طرح چاہے، واقعات کو بدل دے۔

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ ❷

[وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔]

﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ﴾ ❸

[وہ جو کچھ بھی کرے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، اور سب اس کے آگے جواب دہ ہیں، ان سے باز پرس ہوگی۔]

قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے، کہ وہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں نہیں رہتیں، بلکہ ان کے معاملات میں تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے اور ان میں انقلاب کی لہریں چلتی رہتی ہیں۔ اس کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، جو ان کے معاملات کو بدلتا اور ان میں تبدیلی کے آثار پیدا کرتا ہے۔

---

❶ تاريخ الطبري، ٣/٢٢٥. نیز دیکھیے: الكامل ٢/٢٢٦؛ والبداية والنهاية ٦/٣٤٣-٣٤٤، والسيرة النبوية وأخبار الخلفاء ازامام ابو حاتم البستی ص ٤٢٨.

❷ سورة البروج / الآية ١٦.

❸ سورة الانبياء / الآية ٢٣.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ ❶

[اور یہ دن ہیں، کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔]

امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ لوگوں میں دنیا کے دن بدلنے کے معنے یہ ہیں، کہ نہ ان کی خوشیاں ہمیشہ رہتی ہیں اور نہ تکالیف۔ کسی دن انھیں خوشی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کا دشمن غمی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کسی دن معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ کوئی چیز ایک ہی حال پر نہیں رہتی اور نہ اس کے آثار کو دوام حاصل ہے۔ ❷

یہاں ﴿نُدَاوِلُهَا﴾ مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ ایامِ اقوام کی تبدیلی اور ان کے تغیرِ احوال کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے اور یہ تغیرِ احوال ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔

اسی سلسلے میں قاضی ابوسعود لکھتے ہیں، کہ:

''مضارع کا صیغہ اس پر دلالت کناں ہے، کہ قومیں آگاہ رہیں، کہ ان میں تجدد و استمرار کا سلسلہ ہر صورت میں جاری رہے گا اور یہ ایک ایسا ربانی معاملہ ہے، جو قوموں کو پیش آتا اور لازماً ان میں باقی رہتا ہے۔'' ❸

کہا جاتا ہے، کہ:

"اَلْاَيَّامُ دُوَلٌ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ." ❹

''دن بدلتے رہتے ہیں اور لڑائی میں فتح و شکست کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں۔''

---

❶ سورة آل عمران / جزء من الآية ۱٤۰.

❷ ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۹/۱٥؛ نیز دیکھئے: تفسير قرطبي ٤/۲۱۸.

❸ تفسير ابي السعود ۲/۸۹.

❹ ملاحظہ ہو: روح المعاني ٤/٦۸.

شاعر کہتا ہے ؎

فَیَوْمٌ لَنَا وَیَوْمٌ عَلَیْنَا وَیَوْمٌ نُسَاءُ وَیَوْمٌ نُسَرٌّ ❶

''کوئی دن ہماری فتح کا مژدہ لے کر آتا ہے اور کوئی دن شکست کی خبر سناتا ہے۔ کسی دن ہمیں افسردہ کردیا جاتا ہے اور کسی دن خوش کردیا جاتا ہے۔''

مردِ مومن کا فرض ہے، کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہونے اور کسی مصیبت کے نازل ہونے پر صبر سے کام لے، اسے یاد رکھنا چاہیے، کہ اللہ کی نصرت، صبر ہی سے وابستہ ہے اور اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا شیوۂ مومن نہیں۔

﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ.﴾ ❷

[یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔]

مسلمانوں کو یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے، کہ تکلیف جس قدر بھی بڑھ جائے، مصیبت میں کتنی شدت بھی آجائے اور اذیت کا سلسلہ کتنا دراز بھی ہوجائے، لیکن سنتِ الٰہیہ یہ ہے، کہ:

﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.﴾ ❸

[بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔]

رات جس قدر بھی لمبی ہوجائے اور اس کی تاریکی جتنی بھی بڑھ جائے، اس کے بعد دن کی روشنی ضرور نمودار ہوتی ہے۔ مسلمان کا فرض ہے، کہ وہ باطل کے مقابلے کے لیے ڈٹ جائے اور حق پر ثابت قدم رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے رفقا کو حکم دیا:

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ٤/٢١٨. ❷ سورة الأعراف / الآية ٥٦.

❸ سورة الم نشرح/الآيتين ٥-٦.

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾ ❶

[پس جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے! ثابت قدم رہیے اور وہ لوگ بھی، جنھوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی۔]

اگر مومن کو آرام حاصل ہو، تو اللہ کا شکر بجالائے اور اگر تکلیف سے دوچار ہو، تو صبر سے کام لے، تاکہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد اس پر منطبق ہوجائے کہ:

"عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ." ❷

''مومن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا سب کام خیر ہی خیر ہے، اور یہ صرف مومن ہی کے لیے ہے، اور کسی کے لیے نہیں۔ اگر کوئی خوشی کا معاملہ درپیش ہو، تو شکر بجالاتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر کا موجب ہے۔ اگر کوئی تکلیف پہنچے، تو صبر کرتا ہے، اور یہ بھی اس کے لیے خیر کا باعث ہے۔''

---

❶ سورة هود -عليه السلام- / الآية ١١٢.

❷ صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب المومن أمره كله خير، رقم الحديث ٦٤۔ (٢٩٩٩)، ٤/٢٢٩٥ عن صهيب رضي الله عنه.

-۲-

مشکلات کا اہلِ ایمان کو دینی کاموں سے نہ روکنا

اس واقعہ سے حاصل ہونے والا ایک درس یہ ہے، کہ شدائد و مصائب کے سلسلے کا بڑھ جانا اور مشکلات کے دامن کا پھیل جانا دین حق کی تبلیغ کے لیے اہل ایمان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث نہیں بنتا۔ غور کیجیے، نبی کریم ﷺ کا سانحۂ وفات مسلمانوں کے لیے کس قدر الم ناک اور کس درجہ غم انگیز تھا، بالخصوص آپ کے رفیقِ غار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے، تو یہ غم انتہائی شدید تھا، کیونکہ وہ مردوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (1) وہ تو اس وقت اپنے آپ پر قابو نہ پا سکے، جب انھوں نے آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے اشارے سے یہ محسوس کیا، کہ آپ ﷺ اس دنیا سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف تشریف لے جانے والے ہیں۔ (2)

---

(1) اس کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے، جو کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ''نبی ﷺ نے انھیں ذات السلاسل کے لشکر میں بھیجا، تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: ''آپ کے نزدیک سب سے زیادہ لائق محبت کون ہے؟'' فرمایا: ''عائشہ!'' عرض کیا: ''مردوں میں؟'' فرمایا: ''ان کا باپ۔'' (صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب ''لو كنت متخذا خليلا''، حديث نمبر ٣٦٦٢، ١٨/٧؛ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابه، باب فضائل أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ، حديث نمبر ٨۔ (٢٣٨٤)، ١٨٥٦/٤).

(2) اس کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے، جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے، کہ ''نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے، کہ وہ چاہے، تو دنیا کی نعمتوں کو پسند کر لے اور چاہے، تو ان نعمتوں کو پسند کر لے، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان دونوں کے درمیان پسندیدگی کا اختیار ملنے کے بعد اس نے بارگاہِ الٰہی کی نعمتوں کو پسند کر لیا۔''
نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ سن کر ابو بکر رو پڑے اور عرض کیا: ''ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ⇦

آنحضرت ﷺ سے ان کے شدید تعلق کا اندازہ اس بات سے بھی کیجیے، کہ وہ کسی شخص کی موت پر اظہارِ افسوس کرتے، تو فرمایا کرتے:

''تم نبی کریم ﷺ کی رحلت کو یاد کرو، اس سے تمھاری مصیبت کم ہو جائے گی اور اللہ تمھارا اجر بڑھا دے گا۔'' [1]

سوال یہ ہے کہ اس مصیبتِ عظمیٰ نے ان کو دینی کام پر عمل پیرا ہونے سے روکا یا اسے مرکزِ اعتنا بنانے میں کوئی کمی پیدا کی؟ ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم، جس نے نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! بلکہ ہم دیکھتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے تیسرے دن وہ منادی کرنے والے کو حکم دیتے ہیں، جو یہ اعلان کرتا ہے، کہ لشکرِ اسامہ کے تمام فوجی اپنے لشکر گاہ جرف میں پہنچ جائیں، تاکہ انھیں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اس طرف روانہ کر دینے کا کام تکمیل کو پہنچ جائے، جس طرف نبی کریم ﷺ روانہ کرنا چاہتے تھے۔ [2]

پھر مصیبت صرف یہی نہ تھی، کہ اللہ رب العالمین کے خلیل، نبیوں کے امام، رسولوں کے قائد اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے محبوب فوت ہو چکے تھے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حالت یہ تھی، کہ ارتداد کے فتنے نے سر اٹھا لیا تھا، نفاق پھوٹ پڑا تھا، یہود و نصاریٰ خوشی سے اچھل کر میدان میں آگئے تھے اور مسلمان خوف زدہ ہو گئے تھے، کہ کہیں مرتد

⇐ ہوں۔'' ہم نے ان کے اس قول پر تعجب کیا اور لوگوں نے کہا: ''اس شخص کو دیکھو، کہ نبی کریم ﷺ تو ہمیں یہ بتا رہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں اور اپنی بارگاہِ اعلیٰ کی نعمتوں میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا اور یہ شخص کہہ رہا ہے۔'' ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔''
حقیقت یہ ہے، کہ یہ اختیار نبی کریم ﷺ کو دیا گیا تھا، اور یہ بات ہم میں سے سب سے زیادہ سمجھنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔'' (صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة، حديث نمبر ۳۹۰۳، ۷/ ۲۲۷).

[1] ملاحظہ ہو: تاريخ الخلفاء از امام سیوطی ص ۹۵.

[2] ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۱۵.

قبیلے مدینے پر حملہ نہ کر دیں۔ یہ ساری صورتِ حال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی گئی، لیکن وہ ان تمام مشکلات کے باوجود دین کی سر بلندی کے مشن کو پوری کوشش کے ساتھ جاری رکھنے پر مصر رہے اور اس موقع پر انھوں نے ایک ایسی بات فرمائی، جو تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے! اگر مجھے یہ یقین ہو، کہ بستی میں میرے سوا کوئی نہیں رہے گا اور درندے مجھے پھاڑ ڈالیں گے، تب بھی میں اسامہ کی فوج کو ضرور روانہ کروں گا۔'' [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کوئی تعجب خیز بات نہیں، اس لیے، کہ ان کی تربیت عالَم بشریت کے سب سے بڑے معلّم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی تھی، کہ وہ عسر و یسر کے تمام حالات میں دینِ حق کی تقویت و ترویج کا اہتمام جاری رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اس بارے میں تلقین ہی کو کافی نہیں سمجھا، بلکہ عملی نمونہ بھی ان کے سامنے پیش فرمایا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ارتکابِ شرک سے ہر وقت ڈراتے ہیں، حتیٰ کہ آخری وقت میں جب بیماری شدت اختیار کر لیتی ہے، تو تب بھی لوگوں کو شرک سے دامن کشاں رہنے کی تلقین فرماتے ہیں، اس کا ثبوت حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث سے ملتا ہے، کہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتِ وفات کے قریب، جب چہرہ مبارک اپنی چادر سے لپیٹے ہوئے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کی وجہ سے گرمی محسوس فرمائی، تو چہرے سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا:

''یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو، کہ انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں

---

[1] تاريخ الطبري ۳/۲۲۵.

کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔''

اس طرح آپ ﷺ انھیں (امت کو) ان اُمور سے ڈرارہے تھے، جن کے وہ (یہود ونصاریٰ) مرتکب ہوئے۔''[1]

پھر ہم آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہیں، کہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوتے اور عالَم جاودانی کو روانہ ہوتے وقت آپ کی زبان مبارک سے وہی الفاظ سنے جاتے ہیں، جن سے دین اسلام کی تبلیغ کے اہتمام کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے۔ امام ابن ماجہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، کہ:

''دنیوی زندگی کے آخری وقت میں جب نبی کریم ﷺ کے سینے میں سانس کی گھڑگھڑاہٹ محسوس ہوتی تھی، تو آپ ﷺ کی صحابہ کو یہ وصیت تھی:

''اَلصَّلَاۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ''[2]

''نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''

نبی کریم ﷺ ...... فَدَاہُ اَبِیْ وَاُمِّیْ ...... مسلسل اسی وصیت کا اعادہ کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی زبان مبارک میں ان الفاظ کے ادا کرنے کی طاقت نہ رہی۔

امام ابن ماجہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں، کہ

''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ فِيْ مَرَضِہِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِیْہِ:

''اَلصَّلَاۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ.''

---

[1] صحیح البخاري، کتاب الصلوٰۃ، باب، حدیث نمبر ۴۳۵ و ۴۳۶، ۵۳۲/۱.

[2] سنن ابن ماجہ، أبواب الوصایا، باب وھل أوصی رسول اللہ ﷺ؟ حدیث نمبر ۲۷۳۰، ۱۱۴/۲. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجہ ۱۰۹/۲).

فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتَّى مَا يَفِيْضَ بِهَا لِسَانُهُ . "[1]

''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرضِ وفات میں یہی ارشاد فرماتے رہے: ''نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''
یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فرماتے رہے، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں یہ الفاظ بیان کرنے کی طاقت رہی۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نصرتِ دین کا سبق سیکھا اور وہ ہمیشہ اور ہر حال میں اسی بات پر قائم اور عامل رہے اور ہم دیکھتے ہیں، کہ دین ہی ان کی حیاتِ طیبہ کا اصل مقصد رہا اور اسی حالت میں وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب آیئے ذرا غور کریں، کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا وصیت فرمائی:

امام طبرانی روایت درج کرتے ہیں، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرضِ وفات میں فرمایا:
''عمر کو میرے پاس لاؤ۔''
عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو فرمایا:

''عمر! جو میں کہتا ہوں، وہ سنو اور پھر اس پر عمل کرو۔ میرا خیال ہے، کہ میں آج ہی مرجاؤں گا...... اور وہ پیر کا دن تھا...... اگر میں (دن میں) مرجاؤں، تو تم شام کا وقت آنے سے پہلے لوگوں کو لڑائی کے لیے مثنیٰ[2] کے ساتھ روانہ کردو، اور اگر میری موت کا وقت رات کو آئے، تو تم صبح

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول الله ﷺ، حديث نمبر ١٦٢٥، ٢٩٨/١. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجه، ٢٧١/١.

[2] مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ عراق کے اسلامی لشکر کے امیر تھے۔ ان کا تقرر اس وقت کے امیر لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے خلاف یرموک کی جنگ میں بھیج دینے کے بعد کیا گیا تھا۔ مثنیٰ عراق سے ابوبکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں وہاں کے مسلمانوں اور مشرکوں کے حالات سے مطلع کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو: تاريخ الطبري ٤١١/٣ تا ٤١٤؛ والكامل ٢٨٤/٢ تا ٢٦٨).

ہونے سے پیشتر لوگوں کو مثنیٰ کے ساتھ لڑائی پر بھیج دو۔ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اس دینی فرض کی ادائیگی اور تمھارے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں تمھارے لیے رکاوٹ کا باعث نہ بنے۔ تم نے دیکھا ہے، کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا کیا تھا، حالاں کہ لوگ اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا تھے، جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری میں دیر کرتا اور کم زوری دکھاتا، تو ہم ذلیل ہو جاتے اور (اللہ تعالیٰ) ہمیں سزا دیتے اور پھر مدینہ آگ کے بھڑکتے شعلوں کی زد میں آ جاتا۔'' ❶

اللہ اکبر! اللہ کے دین کی خدمت کا کس درجہ عظیم الشان جذبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رگ و پے میں موج زن تھا!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں بالکل دیر نہیں لگائی۔ انھوں نے بھی تو اسی مدرسہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض پایا تھا، کہ جہاں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کندن بن کر نکلے تھے۔

جس رات ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، اسی رات کی صبح کو عمر رضی اللہ عنہ نے اولیں کام یہ کیا، کہ فجر کی نماز سے قبل ہی لوگوں کو مثنیٰ بن حارثہ کی قیادت میں اہل فارس سے جہاد کرنے کی ترغیب دی۔ پھر لوگوں سے بیعتِ خلافت لی اور ساتھ ہی لوگوں کو جہاد کی غرض سے نکلنے کی ترغیب دی۔ ❷

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سانحہ اس وقت امتِ اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا، لیکن اس سانحہ نے امورِ دین کی بجا آوری میں عمر رضی اللہ عنہ کی راہ میں قطعاً کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر چند گھڑیاں ہی گزری تھیں، کہ انھوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے لوگوں کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

---

❶ تاریخ الطبري ۳/٤١٤. ❷ ملاحظہ ہو: الکامل ۲/۲۹۷؛ نیز دیکھیے: تاریخ الطبري ۳/٤٤٤.

-۳-

دعوتِ اسلامی کا کسی ایک کے ساتھ وابستہ نہ ہونا

بعض حضرات دعوتِ اسلامی کو چند اشخاص سے وابستہ کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں، کہ ان کی زندگی کے ساتھ ہی دعوتِ اسلامی کا سلسلہ باقی ہے، جب یہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، تو دعوت کا سلسلہ رک جائے گا۔ یہ نقطۂ نظر اسلام کے سراسر منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے دینِ حق دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے، تا کہ وہ تمام ادیان و مذاہب پر غالب آئے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَ لَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ.﴾ [1]

[وہی ذات (اعلیٰ ارفع) ہے، جس نے اپنے رسول کو حقیقی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکوں کو یہ بات پسند نہ آئے۔]

اللہ تعالیٰ نے اس دین کے لیے ضروری ٹھہرا دیا ہے، کہ جہاں بھی شب و روز کا سلسلہ جاری ہے اور جس سرزمین میں سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے، وہاں کے ہر گھر میں اسلام کی روشنی پہنچ کر رہے گی۔ امام احمد نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا، کہ:

''یہ دین وہاں لازمی طور پر پہنچے گا، جہاں رات اور دن پہنچ چکے ہیں۔

---

[1] سورہ التوبة / الآية ۳۳/ وسورة الصف / الآية ۹.

اللہ تعالیٰ کچے پکے کسی گھر کو نہیں چھوڑے گا، تا آں کہ اسے اپنے دین کے آثار سے شناسا کردے۔ یہ کام وہاں کے عزت داروں کی عزّت اور ذلّت والوں کی ذلّت کے ساتھ انجام پائے گا۔ وہ عزّت جسے اللہ تعالیٰ اسلام کی وجہ سے عطا فرمائے گا اور وہ ذلّت جس میں کفر کے باعث مبتلا کرے گا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، کہ یہ دین ہمیشہ باقی رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت تا قیامت اس کی خدمت اور اس کے حفظ و دفاع کا فریضہ ادا کرتی رہے گی۔ امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس کی حفاظت و بقا کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک قتال کرتی رہے گی۔'' [2]

حضرت ابوبکر کے جیش اسامہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کرنے کے واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں، کہ انھوں نے اپنے قول و عمل سے یہ بات واضح کردی، کہ دعوتِ اسلام کا قافلہ نہ رکا ہے، نہ رکے گا۔ یہاں تک کہ سیّد اولادِ آدم، امام الانبیا اور قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے، لیکن یہ سلسلہ جاری رہا۔ انھوں نے اپنے عمل سے اس بات کی، اس وقت تصدیق کردی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے دن منادی کرادی، کہ یہ لشکر شہر سے نکل کر جرف کے مقام پر اپنی چھاؤنی میں پہنچ جائے۔ انھوں نے اس سے قبل بھی بیعتِ خلافت لینے کے بعد اپنے خطبے میں خدمتِ دین کے لیے اپنی تمام

---

[1] المسند ٤/١٠٣. شیخ شعیب ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٨/١٥٥). مفصل تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب ''دعوتِ دین کسے دیں؟ ص ۸۸۔۸۹.

[2] صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم"، حديث نمبر ١٧٢ـ (١٩٢٢)، ٣/١٥٢٤.

مساعی وقف کر دینے اور اس پر ثابت قدم رہنے کا اعلان فرمایا تھا۔ انھوں نے کہا تھا:

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اپنے دین پر مضبوطی سے کار بند رہو اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا دین قائم رہنے والا ہے، اللہ کا کلمہ ثابت و کامل ہے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی، وہ اس کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو معزّز فرمائے گا۔

اللہ کی قسم! ہم اس شخص کی کوئی پروا نہیں کرتے، جو ہم پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق چڑھا کر لائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی تلواریں بے نیام ہو چکی ہیں، ہم نے انھیں ابھی تک زمین پر نہیں رکھا۔ جو شخص ہماری مخالفت کرے گا، ہم اس کے خلاف اسی طرح جہاد کریں گے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کیا کرتے تھے۔ ہم پر ظلم و زیادتی کرنے والا حقیقت میں اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ [1]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبے میں یہ حقیقت واضح کر دی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وفات پا چکے اور اپنے پروردگار کے سایۂ رحمت میں پہنچ چکے ہیں، لیکن اللہ کا دین نہیں مرا، وہ زندہ اور قائم ہے اور وہ مومن جو اس مستحکم دین کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہیں، انھوں نے اس کے دفاع اور اس کے جھنڈے کو بلند رکھنے کے لیے اپنی تمام مساعی اور سارے مال و دولت کو دعوت و جہاد کے میدان میں جھونک دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

یہ بات جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہی، ایک اور مرد مومن۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ۔ نے اس وقت بیان کی تھی، جب جنگ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ شہادت مشہور ہوئی تھی۔ انھوں نے دیکھا، کہ اس ناگہانی خبر

---

[1] البداية والنهاية ٥/٢٤٣ باختصار.

سے متاثر ہو کر بعض صحابہ خاموش بیٹھے ہیں۔ یہ ان کی طرف بڑھے اور انھیں مخاطب ہو کر کہا: ''آپ کو یہاں کس چیز نے بٹھا رکھا ہے؟''

انھوں نے کہا: ''نبی کریم ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں۔''

بولے: ''کھڑے ہو جاؤ، اور جس راہِ حق میں نبی کریم ﷺ نے اپنی جان قربان کی، تم بھی اسی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر دو۔''

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے، جو محض باتیں بناتے ہیں اور عمل سے کوئی سروکار نہیں رکھتے وہ آگے بڑھے، تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

فرمایا: ''اے سعد بن معاذ! جنت (کی طرف دوڑو)، نضر کے رب کی قسم! میں احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ (ان کے بھتیجے) کہتے ہیں، کہ ہم نے ان کے جسم پر تلوار، نیزے اور تیر کے ۸۰ سے زیادہ زخم دیکھے۔ وہ شہید ہو چکے تھے اور ان کا مثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی مشرکوں نے ان کے ناک اور کان وغیرہ اعضا کاٹ دیے تھے) ان کی لاش کی کوئی شناخت نہیں کر سکا۔ ان کی بہن آئیں، تو انھوں نے انگلیوں کی پوریں دیکھ کر انھیں شناخت کیا۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب قول الله عزوجل ﴿من المؤمنين رجال﴾، جزء حدیث نمبر ۲۸۰۵، ۶/۲۱۔

-۴-

اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضیت

اس واقعہ سے ایک بنیادی سبق یہ حاصل ہوتا ہے، کہ تکلیف اور آرام کے ہر موقعے پر مسلمانوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا.﴾ ❶

[رسول - صلی اللہ علیہ وسلم - جو چیز تمھیں دیں اسے لے لو، اور جس چیز سے تمھیں روکیں، اس سے رک جاؤ۔]

اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا." ❷

''جس چیز کا میں تمھیں حکم دوں، وہ سرانجام دو، اور جس سے روکوں، اس سے دامن بچا کر رکھو۔''

اس پر صحیح بخاری کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"قَالَ: "بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي

---

❶ سورة الحشر / جزء من الآية ۷.

❷ سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اتباع سنة رسول الله ﷺ، بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۱، ۱/۵. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجه ۱/۵).

الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ . "[1]

''ہم نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی، کہ دل چاہے یا نہ چاہے، ہر موقع پر ان کا ارشاد سنیں گے اور اس کی پابندی کریں گے۔''

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثْرَةٍ عَلَيْنَا . "[2]

''اپنی تنگی اور آسائش کے وقت، اور اس وقت بھی جب وہ (نبی کریم ﷺ) ہمارے مقابلے میں کسی دوسرے کو ترجیح دیں گے (غرضیکہ ہر حال میں ان کی اطاعت کریں گے)۔''

اس واقعہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول و عمل سے ثابت کردیا، کہ وہ نبی کریم ﷺ کے احکام و اوامر پر حالات کے نازک اور خطرناک ہونے کے باوجود نہایت مضبوطی کے ساتھ کاربند تھے۔ اس واقعے میں بہت سی باتیں اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں، جن میں چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱: حالات کے انقلاب و تغیّر کے پیش نظر مسلمانوں نے جب ان سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کو موخر کرنے کا مطالبہ کیا، تو انھوں نے جن الفاظ میں جواب دیا، وہ تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ نقش رہیں گے۔ انھوں نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے! اگر مجھے یقین ہو، کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے، تب بھی میں اسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا۔ اس پر اسی طرح عمل ہوگا، جس طرح کہ نبی کریم ﷺ

---

[1] صحیح البخاري، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس، حدیث نمبر ۷۱۹۹، ۱۳/۱۹۲.

[2] المرجع السابق، کتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: "سترون بعدی أموراً تنکرونها"، جزء حدیث نمبر ۷۰۵۶، ۱۳/۵.

نے حکم دیا تھا۔ میرے سوا بستی میں کوئی متنفس باقی نہ رہے، پھر بھی میں یہ لشکر روانہ کروں گا۔'' ❶

۲: جب اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس خطرے کی بنا پر، کہ ان کے لشکر کے جہادِ روم پر روانہ ہونے کے بعد کہیں مرتد قبائل ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ پر حملہ نہ کر دیں، ان سے مقام جرف سے مدینے واپس آ جانے کے لیے عرض کیا، تو انھوں نے واپس آنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس عزم صمیم کا اظہار کیا، کہ

''اگر مجھے کتے اور بھیڑیے بھی اٹھا کر لے جائیں، تب بھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے سرِ مو انحراف نہیں کروں گا۔'' ❷

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بالکل مطابق تھا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ❸

[کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو یہ حق نہیں ہے، کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں، تو پھر ان کو کوئی اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔]

۳: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے اس وقت شدید اصرار کا اظہار فرمایا، جب عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس انصار کا یہ پیغام لے

---

❶ تاریخ الطبري ۳/۲۲۵؛ نیز دیکھیے: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۰-۱۰۱؛ والکامل ۲/۳۲۶.

❷ ملاحظہ ہو: الکامل ۲/۲۲۶. ❸ سورۃ الأحزاب / الآیة ۳۶.

کرآئے، کہ اس لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے، جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو۔ اس پر حضرت ابوبکر نے عمر رضی اللہ عنہما کو نہایت خفگی سے جواب دیا۔ امام طبری یہ واقعہ حسن بن ابوالحسن بصری سے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

''انصار نے مجھے کہا ہے، کہ میں آپ کی خدمت میں ان کی یہ عرضداشت پہنچادوں، کہ آپ اس لشکر کی امارت کے لیے ایسے شخص کو منتخب فرمائیں، جو سن وسال میں اسامہ سے بڑھا ہوا ہو۔''

اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ یہ الفاظ سن کر کھڑے ہوگئے اور عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

''خطاب کے بیٹے! تیری ماں تجھے گم پائے! اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر فرمایا، اور تم مجھے کہتے ہو، کہ میں اسے امارت سے علیحدہ کردوں۔''[1]

۴: اسی طرح لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کچھ دور تک ان کے ساتھ جانا اور خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود سوار اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیدل چلنا بھی ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے جذبہ پر دلالت کرتا ہے۔ انھوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح الوداع کیا، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت الوداع کیا تھا۔[2]

امام احمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ جب انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہی نکلے اور

---

[1] تاریخ الطبري ۳/۲۲۶.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۲۲۶.

انھیں نصیحتیں فرمائیں۔ اس وقت معاذ سوار تھے اور آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقصد نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنا اور آپ کے طرزِ عمل کو اپنانا تھا۔

شیخ احمد البنا نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ''کہ ابوبکر نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کی صغرسنی کے باوجود ان کی عزت و تکریم کی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے قبل انھیں اس لشکر کا سربراہ مقرر فرما دیا تھا، لیکن ان کی روانگی کا وقت آپ ﷺ کی وفات کے بعد آیا۔ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل ان کے ساتھ چلے اور وہ سوار تھے۔ ان کے اس عمل کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی اقتدا کا جذبہ کارفرما تھا۔ آپ ﷺ معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیدل چلے تھے۔'' [2]

۵: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کی اتباع کا جذبہ ان کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کرتے وقت نصیحت کرنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے نصیحت اس لیے فرمائی، کیونکہ آنحضرت ﷺ لشکروں کو روانہ کرتے وقت نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

انھوں نے صرف نصیحت کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ انھیں نصیحت بھی وہ فرمائی، جو آپ ﷺ کی ایسے مواقع کی نصائح سے ماخوذ تھی۔

۶: آنحضرت ﷺ کی اطاعت شعاری کے بارے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کیفیت

---

[1] ملاحظہ ہو: الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام احمد بن حنبل، أبواب حوادث السنة العاشره، باب بعث معاذ بن جبل رضي الله عنه إلى اليمن، ٢١٥٢١.

[2] بلوغ الاماني ٢١/٢١٥.

اس درجے تک پہنچ چکی تھی، کہ لشکر اسامہ کے لیے انھوں نے وہی دعا کی، جو آنحضرت ﷺ امت کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے لشکر کو نصیحت کرتے ہوئے آخر میں یہ دعائیہ کلمات کہے۔

"أَفْنَاكُمُ اللّٰهُ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ."

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھاری موت نیزوں اور طاعون سے ہو۔"

یہ وہ دعا ہے، جو آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے فرمائی۔ امام احمد نے ابوموسیٰ کے بھائی ابوبردہ بن قیس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِي فِيْ سَبِيْلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ."[1]

"اے میرے اللہ! میری امت کی موت آپ کی راہ میں نیزوں اور طاعون سے ہو۔" (مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں شہادت کا عظیم شرف نصیب فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اُعلم.)

۷: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے قول و عمل کی خود اقتدا کرنے کو کافی نہ سمجھا، بلکہ امیرِ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے کا حکم دیتے اور اس میں کسی قسم کی کمی کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"اِصْنَعْ مَا أَمَرَكَ بِهِ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ، اِبْدَأْ بِبِلَادِ قُضَاعَةَ، ثُمَّ اِيْتِ آبِلَ. وَلَا تُقَصِّرَنَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ."[2]

"اسی طرح کرو، جس طرح تمھیں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا۔ جہاد کا آغاز قضاعہ کی آبادی سے کرو، پھر آبل کی طرف آؤ۔ اس میں کسی قسم کی

---

[1] المسند ۴۳۷/۳، (ط: المکتب الإسلامي]. حافظ ہیثمی لکھتے ہیں، کہ احمد کے راویان ثقہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۳۱۲/۲).

[2] تاریخ الطبري ۲۲۶/۳.

کوتاہی نہ کرنا۔''

ایک روایت میں ہے، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

''اسامہ! اسی طرف جاؤ، جس طرف تمھیں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر فلسطین کی جانب سے جہاد کا آغاز کرو، جیسا کہ تمھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، اور اہل موتہ پر حملہ کرو۔ جو کچھ تم نے چھوڑا ہے، اللہ تعالیٰ اسے تمھیں کفایت کرے گا۔''[1]

امام ابن اثیر کی روایت میں ہے، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی، کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کریں۔''[2]

---

[1] تاریخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) ١٩-٢٠.

[2] الكامل ٢/٢٣٧.

-۵-

اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جلدی کرنے کی فرضیت

اس واقعہ میں ایک سبق یہ ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جلدی کرنا لازم ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دوسرے دن کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کرنے کا حکم جاری کر دیا، کہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ شہر سے نکل کر اپنی لشکر گاہ جرف میں پہنچ جائے۔ اس کا مطلب محض یہ تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کا جو لشکر روانہ کرنے کا حکم دیا تھا، اس پر جلدی سے عمل کیا جائے۔ پھر جب ان سے لشکر کو روکنے کے لیے عرض کیا گیا، تو اسے ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

"مَا كُنْتُ لِأَسْتَفْتِحَ بِشَيْءٍ أَوْلَى مِنْ إِنْفَاذِ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ." [1]

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کے علاوہ کسی بھی اور کام سے (اپنے امورِ خلافت) کا آغاز کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف وثنا بیان کی اور پھر فرمایا:

"اگر میں اپنے معاملاتِ خلافت کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ حکم کے علاوہ کسی اور معاملے سے کروں، تو میں یہ پسند کروں گا، کہ مجھے پرندے اچک لیں۔" [2]

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۰.

[2] طبقات ابن سعد ٤/٦٧.

نبی کریم ﷺ کی امت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہر شخص کا فرض ہے کہ اسی طرح آپ ﷺ کے احکام کی تنفیذ کے لیے ہر ممکن عجلت سے کام لے۔ آنحضرت ﷺ کے سچے اور حقیقی تابع داروں کی سیرتیں ایسے شواہد سے بھری پڑی ہیں۔ انہی شواہد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱: حضراتِ انصار کا حالت رکوع ہی میں چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دینا۔

۲: آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل میں حضراتِ صحابہ کا سفر میں ایک دوسرے کے قریب پڑاؤ ڈالنا۔

۳: حضراتِ صحابہ کا ارشادِ نبوی ﷺ کی تعمیل میں ہانڈیوں کو ابلتے ہوئے گھریلو گدھوں کے گوشت سمیت انڈیل دینا۔

۴: حضراتِ صحابہ کا شراب کے اعلانِ حرمت پر اس کو مدینہ طیبہ کی گلیوں میں بہا دینا۔ [1]

۵: حضراتِ صحابہ کا حالتِ نماز میں آنحضرت ﷺ کو جوتے اتارتے دیکھ کر فوراً اپنے جوتے اتار دینا۔

۶: ایک مسلمان عورت کا آنحضرت ﷺ سے زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید سن کر سونے کے دو کنگن فوراً اتار کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دینا۔

۷: گلی میں چلتی ہوئی عورتوں کے کپڑوں کا آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں دیواروں سے رگڑ کھانا۔ [2]

[1] ان واقعات کی تفصیل ملاحظہ ہو: ''نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کی علامتیں'' ص ٦٣۔٦٨.

[2] ان واقعات کی تفصیل ملاحظہ ہو: ''المرجع السابق ص ٧١۔٧٤.

-٦-

مسلمانوں کی نصرت کا اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہونا

اس واقعہ سے ہمارے لیے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے، کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو زندگی کا نصب العین ٹھہرا لے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے آپ کو مضبوطی سے وابستہ کرلے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا اور اسے عزت و شرف سے نوازتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ارشاد کے مطابق لشکرِ اسامہ کی روانگی کا قطعی فیصلہ کرلیا، واقعات و حالات کی تبدیلی، صحابہ کے روکنے اور ان سے اختلاف رائے کے باوصف، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو عملی شکل دینے پر مصر رہے، اور حضرات صحابہ نے ان کے اس موقف کو قبول کرکے اس کے لیے اپنی تمام مساعی وقف کردیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی، انھیں مال غنیمت سے نوازا، لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا اور انھیں دشمنانِ اسلام کی فریب کاریوں اور شرارتوں سے محفوظ رکھا۔ امام ابن جریر طبری نے روایت بیان کی ہے، کہ: ''اسامہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے، تو قضاعہ کے قبیلوں تک پہنچ گئے، جہاں پہنچنے کا ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور آبل پر حملہ آور ہوئے۔ آمد و رفت کی مدت کے علاوہ وہ چالیس روز میں فارغ ہوگئے اور سلامتی کے ساتھ واپس آگئے اور مال غنیمت بھی لائے۔''[1]

---

[1] تاریخ الطبري ۳/۲۲۷؛ نیز دیکھیے: تاریخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) ص ۲۰.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ جب یہ لشکران قبائل کے پاس سے گزرتا تھا، جو ارتداد کا ارادہ کیے بیٹھے تھے، تو ان میں سے ہر قبیلے کے لوگ یہی کہتے تھے، کہ اگر یہ لوگ طاقت ور نہ ہوتے، تو ان (مدینہ طیبہ کے مسلمانوں) کے پاس سے نہ نکلتے، لیکن اب ہم ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے، انھیں جانے دیں، یہاں تک کہ یہ رومیوں سے لڑیں۔ چنانچہ یہ گئے، رومیوں سے لڑے، انھیں قتل کیا اور شکست دی اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ قبائل اسلام پر ثابت قدم رہے۔ [1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ: ''لشکر اسامہ کی اہل روم پر اس درجہ ہیبت طاری ہوئی، کہ شاہِ روم ہرقل کو جب ایک ہی وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کی سرزمین پر اسامہ رضی اللہ عنہ کے حملے کی خبر پہنچی، تو رومی حیرت زدہ ہو کر پکار اٹھے، کہ:

''یہ کس قسم کے لوگ ہیں، ان کا سربراہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا جاتا ہے اور یہ ہمارے ملک پر حملہ کر رہے ہیں۔'' [2]

امام ابن سعد کہتے ہیں کہ:

''کوئی ایسا لشکر نہیں دیکھا گیا، جو اس لشکر کی طرح ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہا ہو۔'' [3]

اس جیش کی اہمیت کے بارے میں بعض غیر مسلموں نے بھی اظہارِ خیال کیا ہے، چنانچہ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ (مستشرق) تحریر کرتا ہے:

---

[1] ملاحظہ ہو: تاریخ الخلفاء ص ۷٤. نیز ملاحظہ ہو: الکامل ۲/۲۲۷.

[2] سیر أعلام النبلاء ۲/۵۰۳؛ نیز دیکھئے: تاریخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم) ص ۲۰.

[3] طبقات ابن سعد ٤/٦٨.

''جس لشکر کو رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم - نے شام کی مہم کے لیے مقرر فرمایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ابوبکر۔ رضی اللہ عنہ۔ نے اسے حدودِ شام کی طرف روانہ کردیا۔ بلادِ عرب کی مضطرب اور مخدوش حالت کے پیشِ نظر بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تھا، مگر خلیفۂ رسول - صلی اللہ علیہ وسلم - نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کردیا:

''میں اس فیصلے کو بدل دوں، جو رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم - نے صادر فرمایا! (یہ میرے لیے ناممکن ہے) اگر درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں، جب بھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا۔'' ❶

اس کے بعد وہ کہتے ہیں:

''یہ فوجی مہم اس سلسلہ محاربات کی پہلی کڑی تھی، جس میں عربوں نے شام، ایران اور شمال افریقہ کو فتح کیا۔ ایران کی قدیم سلطنت کو تہ و بالا کردیا اور رومیوں سے ان کی سلطنت کے بہترین صوبے چھین لیے۔'' ❷

لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو جو وقار، عزت و نصرت اور مال غنیمت ملا، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، کیونکہ سنتِ الٰہیہ ہے، کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عنایات اور نوازشات فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.﴾ ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: دعوت اسلام ص ۵۰.

❷ المرجع السابق ص ۵۰.

❸ سورة آل عمران / الآية ۱۳۲.

[اللہ تعالیٰ اور رسول ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کا حکم مانو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.﴾ ❶

[اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور رسول ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کا حکم مانو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔]

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرمادی، کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کی اور آپ کے فرامین سے روگرداں ہوا، اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب کے سپرد کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ.﴾ ❷

[آنحضرت ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو، کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا وہ عذاب دردناک سے دوچار ہو جائیں۔]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح فرمایا، کہ آپ کی سنت سے ہٹنے والا ہلاکت کے گڑھے میں جا گرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ بَعْدِي عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ." ❸

---

❶ سورة النور / الآية ٥٦. ❷ سورة النور / جزء من الآية ٦٣.

❸ كتاب السنة، باب ذكر قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم "تركتكم على مثل البيضاء" ......حديث نمبر ٤٨، ص ٢٦، ٢٧. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: في ظلال الجنة في تخريج السنة ص ٢٧).

''یقیناً میں نے تم کو ایسی روشنی میں چھوڑا ہے، جس کی رات، اس کے دن کے مانند ہے، میرے بعد ہلاک ہونے والا شخص ہی اس سے ہٹے گا۔''

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، کہ آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلّت و رسوائی مسلط کر دی گئی۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِيْ، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.'' [1]

''جس نے میرے حکم کی نافرمانی کی، وہ ذلّت و رسوائی کی گرفت میں آ گیا، اور جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی، وہ انہی میں سے گردانا گیا۔''

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس لشکر کی روانگی سے ہمیں ایک سبق یہ حاصل ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عزت و نصرت کا سررشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے جوڑ دیا ہے۔ جس نے آپ کی اطاعت کی، وہ نصرت و قوت کا حق دار ٹھہرا اور جس نے آپ کی نافرمانی کی راہ کو اپنایا، وہ ذلّت و خواری سے دوچار ہوا۔ اس وقت مشرق و مغرب میں امتِ اسلامیہ جس ذلّت و نکبت میں مبتلا ہے، وہ اس کے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے تھے، اس سے امت نے اعراض کیا، تو اللہ تعالیٰ کی مدد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ فارسی کے شاعر نے کتنی عمدہ بات کہی ہے ؏

تا شعارِ مصطفیٰ از دست رفت   قوم را رمزِ حیات از دست رفت

---

[1] المسند، جزء حدیث نمبر ۵۱۱۵، ۱۲۲/۷. شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: حاشیہ المسند ۱۲۲/۷).

''یعنی امت جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعیّن کی ہوئی راہ سے انحراف کرلے،
تو سمجھ لیجیے کہ اس نے اپنے اسرارِ زندگی کو گم کردیا۔''

اللہ تعالیٰ امتِ اسلامیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے سرفراز فرمائے اور اسے دورِ سابق کی عزت ومجد کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازے۔

اے ہمیشہ زندہ وقائم رہنے والے پروردگار! ہم عاجز و ماندہ بندوں کی دعا قبول فرما!

-۷-

نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں

اس واقعہ سے ہمیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی، کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں۔ آپ ﷺ کے سوا ہر شخص غلطی بھی کرسکتا ہے اور راہِ صواب پر بھی قدم زن ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر سے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو روکنے کا مطالبہ کرکے غلطی کی تھی اور اسامہ کا حضرت ابوبکر سے لشکر کو مدینے کی طرف واپس لے جانے کی درخواست کرنا بھی درست نہ تھا۔ اسی طرح حضراتِ انصار کا حضرت ابوبکر سے یہ کہنا بھی قرین صواب نہ تھا، کہ اسامہ کی بجائے کسی زیادہ سن وسال کے شخص کو امیرِ لشکر مقرر کیا جائے۔

اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص نہ وحی کی زبان سے بولتا ہے اور نہ اس کے عمل وحرکت کے لیے اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، کہ وحی کا تعلّق صرف نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى . اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى.﴾ [1]

[اور پیغمبر اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، ان کے منہ سے جو بات نکلتی ہے، وہی ہے، جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔]

اسی لیے غیر نبی کو آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سورة النجم / الآيتين ٣-٤.

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ❶

[ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر (دنیا میں) میں بھیجا، اسی لیے بھیجا، کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔]

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا.﴾ ❷

[اور رسول ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ جو چیز تمھیں دیں، اسے لے لو، اور جس چیز سے روکیں، اس سے رک جاؤ۔]

اگر غیر نبی کی اس کے ہر قول و فعل میں غیر مقید اطاعت کی جاتی، تو عالم بشریت شدید تکلیف و مشقت سے دوچار ہو جاتا۔ اس بارے میں قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ.﴾ ❸

[اور خوب یاد رکھو، کہ اللہ کے رسول ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تم میں موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں، وہ تمھاری رائے پر عمل کرنے لگیں، تو تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ۔]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی ان باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے، جو معصیت سے پاک اور نیکی پر مبنی ہوں۔ ارشاد ہے:

---

❶ سورة النساء / الآية ٦٤.

❷ سورة الحشر / الآية ٧.

❸ سورة الحجرات / الآية ٧.

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا.﴾ [1]

[اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اوران لوگوں کی اطاعت کرو، جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں۔ پھر اگر کسی معاملے میں باہم جھگڑ پڑو، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں لے جاؤ، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اسی میں تمھارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔]

اس بات کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث میں فرمائی ہے۔ انہی میں سے دو حدیثیں درج ذیل ہیں:

۱: امام بخاری نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ." [2]

"سمع و اطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے، ہر اس بات میں جسے وہ (ذاتی طور پر) پسند کرے یا ناپسند کرے، جب تک کہ اسے معصیت کے ارتکاب کا حکم نہ دیا جائے۔ جب معصیت کے ارتکاب کا حکم دیا جائے، تو سمع و اطاعت کا معاملہ ختم۔"

---

[1] سورة النساء / الآية ٥٩.

[2] صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، رقم الحديث ٧١٤٤، ١٣/١٢١-١٢٢.

۲: امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

"بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيْعُوْهُ. فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: "أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيْعُوْنِي؟

قَالُوْا: "بَلَى"

قَالَ: "قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَّا جَمَعْتُمْ حَطَبًا، وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا، ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيْهَا."

فَجَمَعُوْا حَطَبًا، فَأَوْقَدُوا نَارًا. فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُوْلِ، فَقَامُوْا، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: "إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِرَارًا مِنَ النَّارِ، أَفَنَدْخُلُهَا؟"

فَبَيْنَمَاهُمْ كَذَلِكَ إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ، وَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: "لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ."[1]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر ارسال فرمایا اور اس پر ایک انصاری صحابی کو امیر مقرر کیا اور حکم دیا، کہ وہ اس کی بات مانیں۔ وہ امیرِ لشکر کسی معاملے میں ان پر خفا ہوگیا اور کہا کہ: ''کیا نبی کریم ﷺ نے حکم نہیں دیا تھا، کہ تم میری بات مانو؟''

انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں۔''

امیر کہنے لگا: ''میں نے فیصلہ کیا ہے، کہ تم لکڑیاں اکٹھی کرو اور آگ

[1] صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، رقم الحديث ۷۱۴۵، ۱۲۲/۱۳.

جلاؤ، پھر اس میں داخل ہو جاؤ۔''

انھوں نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی۔ پھر اس میں داخل ہونے لگے، تو کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے بعض نے کہا کہ: ''آگ سے بھاگنے کے لیے، تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے۔ کیا اب پھر اس میں داخل ہو جائیں؟''

اسی اثنا میں آگ بجھ گئی اور ادھر امیر کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔

واپس آنے کے بعد یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے، تو کبھی اس سے نکل نہ پاتے۔ امیر کی اطاعت صرف نیک بات میں ہوتی ہے۔''

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی معصوم ہوتا، تو اس اعزاز کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، جو انبیا اور رسولوں کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں، لیکن بیعتِ عامہ کے بعد انھوں نے جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں اپنی معصومیت کی نفی فرمادی۔ حضرات ائمہ ابن حبان، ابن اثیر اور ابن کثیر کے بیان کے مطابق انھوں نے اس خطبے میں بایں الفاظ اعلان کیا:

أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنِّيْ قَدْ وُلِّيْتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِيْنُوْنِيْ وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُوْنِيْ...... أَطِيْعُوْنِيْ مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلَا طَاعَةَ لِيْ عَلَيْكُمْ. [1]

[1] دیکھئے: السيرة النبويه وأخبار الخلفاء للإمام ابن حبان البستي ص ٤٢٣۔ ٤٢٤؛ والكامل ٢/٢٢٤۔٢٢٥؛ والبداية والنهاية ٦/٣٠١. نیز ملاحظہ ہو: مصنف عبد الرزاق، كتاب الجامع، باب لا طاعة في معصية، روایت نمبر ٢٠٧٠٢، ١١/٣٣٦؛ وصفة الصفوه ١/٢٦٠۔٢٦١.

لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنادیا گیا ہے، حالاں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ یادرکھو! اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلط راہ پر چلوں، تو مجھے درست کردو...... جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں، تو تم میری اطاعت کرو اور جب اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں، تو تم پر میری اطاعت کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔

-۸-

اکثریت کی خلافِ نص رائے کی کوئی حیثیت نہ ہونا

بہت سے لوگ کتاب وسنت کے مخالف اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں، کہ لوگوں کی اکثریت ان کی رائے کی تائید کرتی ہے۔ اس قصے سے ہمیں جو سبق حاصل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، کہ حق وہ ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خواہ لوگوں کی اکثریت کی رائے اس کے موافق ہو یا مخالف۔

حضرت ابوبکر نے جب لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کی روانگی کا حکم جاری فرمایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حالات میں جو تبدیلی اور تغیّر رونما ہوگیا تھا، اس کی بنا پر عام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی رائے یہ تھی، کہ لشکر نہ بھیجا جائے۔ چنانچہ امام خلیفہ بن خیاط نے ابن اسحاق سے روایت نقل کی ہے، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے متعلق فرمایا، تو انھوں نے کہا، کہ: ''قبائل عرب آپ سے باغی ہو چکے ہیں اور آپ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے باعث ان کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔''[1]

امام طبری اور امام ابن حبان بستی نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے:

"فَقَالَ لَهُ النَّاسُ." [2]

''ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے لوگوں نے کہا۔''

---

[1] تاریخ خلیفه بن خیاط ص ۱۰۰.

[2] ملاحظہ ہو: تاریخ الطبری ۳/۲۲۵؛ والسیرة النبویه وأخبار الخلفاء ص ٤۲۷.

امام ابن اثیر نے اپنی کتاب میں بایں الفاظ ذکر کیا:

"فَقَالَ النَّاسُ لِأَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ." [1]

"لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔"

حافظ ذہبی اپنی تصنیف میں رقم طراز ہیں:

"فَكَلَّمَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ." [2]

"مہاجرین اور انصار کے لوگوں نے ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے (اس بارے میں) بات کی۔"

یاد رہے ان لوگوں کی حیثیت معاشرے کے عام لوگوں کی نہ تھی، بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، جن کا مرتبہ انبیا علیہم السلام کے بعد روئے زمین پر موجود تمام انسانوں میں سب سے بہتر اور بلند تھا، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہیں مانی اور یہ واضح کر دیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں ان سب کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ان سب کی رائے سے بلند و بالا اور اعلیٰ و افضل ہے۔ انھوں نے فرمایا:

"میرا اس لشکر کو روکنا، جس کے بھیجنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، بہت بڑی دلیری کی بات ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اسامہ کے لشکر کو روکنے کی بہ نسبت جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرنے کا حکم دیا ہے، مجھے یہ پسند ہے، کہ تمام قبائل عرب یکجا ہو کر حملہ کر دیں۔ اے اسامہ! اس طرف چل پڑو جس طرف روانہ ہونے کا تمھیں بارگاہِ رسالت سے حکم دیا گیا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان

---

1. الكامل ٢/٢٢٦.
2. تاريخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) ص ٢٠.

کے مطابق فلسطین کی جانب سے جہاد کا آغاز کرو اور اہل موتہ پر حملہ کرو،
جن کو تو چھوڑ کر جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہوگا۔''❶

پھر جب عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انصار کا یہ پیغام پہنچایا گیا، کہ اس لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے، جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو مسترد کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں کیے گئے اپنے فیصلے کو پختہ تر کر دیا۔ امام طبری نے حسن بن ابوالحسن بصری سے روایت نقل کی ہے، کہ: ''انصار نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر بھیجنے پر مصر ہوں، تو ہماری طرف سے انھیں یہ پیغام پہنچایئے اور ان سے عرض کیجیے، کہ ہماری اس مہم کی امارت کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد فرمایئے، جو سن وسال میں اسامہ سے بڑھا ہوا ہو۔''❷

امام ابن اثیر بیان کرتے ہیں، کہ: انصار کے جو مجاہدین اسامہ کے زیر کمان جا رہے تھے، انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی، کہ آپ ہماری طرف سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کیجیے......❸

اس تجویز کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ردّعمل کو امام طبری نے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

''فَوَثَبَ أبوبكر رضي الله عنه ـ وكان جالساً ـ فَأَخَذَ بِلِحْيَةِ عُمَرَ رضي الله عنه ، فَقَالَ لَهُ: "ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَعَدِمَتْكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! اِسْتَعْمَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَأْمُرُنِي أَنْ أَنْزِعَهُ". ❹

---

❶ تاريخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) ص ۲۰-۲۱.

❷ تاريخ الطبري ۲۲۶/۳.

❸ ملاحظہ ہو: الكامل ۲۲۶/۲.

❹ تاريخ الطبري ۲۲۶/۳.

''ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے تجویز سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

''اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے گم پائے! جس شخص کو نبی کریم ﷺ نے امیرِ فوج بنایا، کیا تم مجھے حکم دیتے ہو، کہ میں اس منصب سے اسے علیحدہ کر دوں؟''

اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اگر نص کے مقابلے میں اکثریت کی رائے لائق اہمیت ہوتی، تو ان ابرار و صالحین کی رائے ہوتی، جن کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''لَوْ اَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَادِيًا اَوْ شِعْبًا، لَسَلَكْتُ فِيْ وَادِي الْأَنْصَارِ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِنَ الْأَنْصَارِ.''[1]

''اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں، تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا، اور اگر ہجرت نہ ہوتی، تو میں انصار سے ہوتا۔''

پھر انصار ہی وہ لوگ ہیں، جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اَلْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ.''[2]

''انصار سے وہی شخص محبت رکھتا ہے، جو مومن ہے، اور وہی شخص ان سے بغض کرتا ہے، جو منافق ہے۔ جس نے ان سے محبت کی، وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ٹھہرا اور جس نے ان سے بغض کا برتاؤ کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ **''لولا الهجرة لكنت من الانصار''**، جزء حديث نمبر ۳۷۷۹، عن أبي هريرة رضي الله عنه، ۷/۱۱۲.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق، باب حب الأنصار من الإيمان، حديث نمبر ۳۷۸۳ عن أنس رضي الله عنه، ۷/۱۱۳.

میں مبغوض ہوا۔''

لیکن انصار کی رائے کو، اس علوِ شان، رفعتِ منزلت اور کثرتِ تعداد کے باوجود، اہمیت حاصل نہ ہوئی، کیونکہ وہ نص کے مخالف تھی۔ امام نووی فرماتے ہیں، کہ:

''جب سنت ثابت ہو جائے، تو اس بنا پر اسے ترک نہیں کیا جا سکتا، کہ اسے بعض یا زیادہ یا سب لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔''❶

یہ حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے حادثے کے موقعے پر بھی واضح ہوئی، جب کہ اکثر صحابہ کا جن میں عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، یہ نقطۂ نظر تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے❷ اور صحابہ کی کم تعداد کا نقطۂ نظر یہ تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ انہی حضرات میں شامل تھے۔❸ انھوں نے اکثریت کے نقطۂ نظر کو لائقِ التفات نہیں سمجھا، بلکہ کتاب وسنت سے ثابت شدہ بات کو لیا اور اکثریت کے نقطۂ نظر کی غلطی کو واضح فرمایا۔❹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں اکثریت کے نقطۂ نظر پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''اس سے یہ نتیجہ نکلا، کہ اجتہاد میں کم تعداد کی رائے درست اور زیادہ افراد کی رائے غلط ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ اکثریت کی رائے کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔''❺

---

❶ شرح النووي ٨/٥٦.

❷ تاريخ الإسلام (السيرة النبويه) ص ٥٦٧.

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٨/١٤٦.

❹ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أُدرج في أكفانه، جزء حديث نمبر ١٢٤١ و ١٢٤٢، ٣/١١٣؛ والمرجع السابق، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته، حديث نمبر ٤٤٥٤، ٨/١٤٥. ❺ فتح البارى ٨/١٤٦.

مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کے معاملے میں بھی یہی صورت حال پیش آئی۔ زیادہ صحابہ کرام کی رائے یہ تھی، جن میں عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، کہ ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنی چاہیے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا، کہ جنگ کرنی چاہیے۔ بلکہ انھوں نے اپنے اس عزم کا یہ فرما کر اعلان کر دیا تھا، کہ

''جو شخص اونٹ کی وہ مہار دینے سے بھی انکار کرے گا، جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کرتا تھا، میں اس سے ضرور قتال کروں گا۔''❶

اس مسئلے میں اکثریت کی رائے درست نہ تھی۔❷

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت ابوبکر کی طرف سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہما بھیجنے کے واقعہ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی، کہ کسی معاملے میں اکثریت کی تائید، اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن وسنت کی کثیر نصوص کے علاوہ بہت سے واقعات بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

❶ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث نمبر ٧٢٨٤ و٧٢٨٥؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله......، حديث نمبر ٣٢ (٢٠)، ١/٥١-٥٢. نیز دیکھئے: فتوح البلدان للبلاذري ص ١٠٣-١٠٤؛ والكامل ٢/٢٣١.

❷ ملاحظہ ہو: فتوح البلدان ص ١٠٤؛ والكامل ٢/٢٣١.

-۹-

سچے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے

اس واقعے سے یہ بات بھی ہمارے علم میں آتی ہے، کہ بعض معاملات میں سچے مسلمانوں کے درمیان بھی اختلاف رائے پیدا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی ان نازک اور سنگین حالات میں روانگی کے سلسلے میں اختلاف رائے پیدا ہوا، حضرت اسامہ کی امارت کے متعلق بھی مختلف رائیں سامنے آئیں۔

اس سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں اختلاف ابھرا۔ [1]

پھر اس معاملے میں بھی اختلاف رونما ہوا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ کسے منتخب کیا جائے؟

امام احمد نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے، تو انصار نے کہا:

"مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ."

"ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔"

پھر ان کے پاس عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَمَرَ أَبَابَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَأَيُّكُمْ تَطِيْبُ نَفْسُهُ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَابَكْرٍ." [2]

---

[1] ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۶۵۔

[2] المسند، جزء حدیث نمبر ۱۳۳، ۱/۲۱۳، ۲۱۴، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "اس کی [سند حسن] ہے۔" (فتح الباری ۱۲/۱۵۳).

''اے انصار کی جماعت! کیا تمھیں معلوم نہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر کو حکم دیا، کہ (نماز میں) لوگوں کی امامت کرے؟ تم میں کون شخص ایسا ہے، جو ابوبکر سے آگے بڑھنا پسند کرتا ہے؟''

پھر رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے سلسلے میں صحابہ کرام کی آراء مختلف ہوئیں، کہ اسے بصورتِ لحد بنایا جائے یا بصورت شق؟ (یعنی بغلی ہو یا صندوقی؟)

امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا کہ: ''لحد اور شق کے مسئلے پر اتنا اختلاف بڑھ گیا، کہ اس موضوع پر بلند آواز سے باتیں ہونے لگیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''لَا تَصْخَبُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا.''[1]

''نبی کریم ﷺ کے پاس شور نہ کرو، آپ کی زندگی میں، نہ آپ کی وفات کے بعد۔''

مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کے بارے میں بھی صحابہ کرام کی آرا مختلف تھیں۔[2]

اسی طرح ہمیں اور بھی بہت سے شواہد ملتے ہیں، جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائیں مختلف مسائل میں متصادم ہوئیں۔ اس اختلاف کی وجہ یا تو یہ ہوئی، کہ:

- بعض حضرات کی بعض مسائل میں نص تک رسائی ہوگئی، یعنی انھیں کتاب و سنت کے واضح احکام میسر آ گئے اور بعض کو نص معلوم نہ ہو سکی۔
- یا کسی صحابی کو کسی مسئلے میں سہو و نسیان ہو گیا۔
- یا ضبط و حفظ میں اختلاف رونما ہو گیا۔
- یا اس مسئلے کی علت کو سمجھنے میں اختلاف نے راہ پالی۔

---

[1] سنن ابن ماجه، أبواب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في الشق، حديث نمبر ١٥٥٧، ١/٢٨٥، شیخ البانی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے. (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه ١/٢٦٠).

[2] ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ٦٦۔

- یا دلائل کے ظاہری تعارض میں جمع وتوافق کے بارے میں رائیں مختلف ہوئیں۔ [1]

بہر حال وجہ کوئی بھی ہو، بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہوا اور اختلاف کا پیدا ہو جانا، کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

تعجب، افسوس اور تباہی کی بات یہ ہے، کہ اختلاف رائے باہمی بغض ونزاع، مقاطعہ وعداوت اور دنگے فساد تک پہنچ جائے یا کوئی شخص اپنی رائے کی غلطی سے آگاہ ہونے کے باوجود اس پر اصرار کرے اور وہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ دکھ کی بات یہ ہے، کہ اختلاف کی یہی ناپسندیدہ صورتِ حال موجودہ دور کے بہت سے مسلمانوں میں موجود ہے۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب: "أسباب اختلاف الفقهاء" از ڈاکٹر عبداللہ الترکی۔

-۱۰-

جھگڑے نمٹانے کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع

ہمارے لیے اس واقعے میں افادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے، کہ باہمی جھگڑے نپٹانے کے لیے لازماً کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے۔

لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے میں صحابہ کرام کے مابین رائے کا اختلاف ہوا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کی روانگی کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اختلاف کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمٹا دیا۔ انھوں نے اپنے قول اور طرزِ عمل سے یہ واضح کردیا، کہ حالات خواہ کتنے ہی ناسازگار ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قطعاً انحراف نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

"لَوْ خَطَفَتْنِیْ الْكِلَابُ وَالذِّئَابُ لَأَنْفَذْتُهُ كَمَا أَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا أَرُدُّ قَضَاءً قَضٰى بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. وَلَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرٰى غَيْرِي لَأَنْفَذْتُهُ." [1]

"اگر مجھے کتے اور بھیڑیے اچک لیں، تب بھی میں اسے ویسے ہی نافذ کروں گا، جیسے اس کے نفاذ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، میں کسی اس فیصلے کو رد نہیں کرسکتا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہو۔ اگر بستیوں میں

[1] الكامل ٢/٢٢٦.

میرے سوا کوئی باقی نہ رہے، تب بھی میں اسے نافذ کر کے رہوں گا۔''

اسی طرح فاروق اعظم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لے گئے اور اسامہ کی بجائے کسی عمر رسیدہ شخص کو اس منصب پر فائز کرنے کا حضراتِ انصار کا مطالبہ پیش کیا، تو حضرت ابوبکر نے اس بارے میں فیصلے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرتے ہوئے فرمایا:

''اے ابن خطاب تیری ماں تجھے گم کر دے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس منصب پر نامزد کیا اور تم مجھے مشورہ دیتے ہو، کہ میں اسے معزول کر دوں۔''❶

اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی، جو قرآن کریم میں بایں الفاظ نازل کیا گیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا.﴾❷

[مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو، جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں۔ پھر اگر کسی معاملے میں باہم جھگڑ پڑو، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اسی میں تمھارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔]

---

❶ تاريخ الطبري ۳/۲۲۶؛ نیز دیکھیے: الكامل ۲/۲۲۶.
❷ سورة النساء / الآية ۵۹.

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کرام اور اس امت کے سلف صالحین باہمی نزاع کو کتاب وسنت کی طرف لوٹا دیا کرتے تھے۔

اس کے بہت سے شواہد ملتے ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پیدا ہونے والا جھگڑا قرآن حکیم کی طرف رجوع کر کے نمٹایا گیا۔ ❶

۲: انتخاب خلیفہ کے وقت پیدا ہونے والا جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے نمٹایا گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام مقرر کیا تھا۔ ❷

۳: حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مابین حائضہ عورت کے طوافِ وداع کے ساقط ہونے کے سلسلے میں پیدا ہونے والا اختلاف سنت کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمٹایا گیا۔ ❸

۴: حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابوسلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے مابین فوت شدہ شوہر والی خاتون کی عدت کے بارے میں پیدا ہونے والا اختلاف سنت کے مطابق نمٹایا گیا۔ ❹

---

❶ ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۶۵۔

❷ تفصیل اور حوالے کے لیے اس کتاب کا ص ۶۷ دیکھئے۔

❸ ملاحظہ ہو: المسند، حديث نمبر ٣٢٥٦، ٥/٨٩؛ وصحيح مسلم كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، حديث نمبر ٣٨١ (١٣٢٨)، ٢/٩٦٣-٩٦٤.

❹ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿وأولات الأحمال أجلهن ان يضعن حملهن﴾ حديث نمبر ٤٩٠٩، ٨/٦٥٣؛ وصحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها وغيرها بوضع الحمل، حديث نمبر ٥٧- (١٤٨٥)، ٢/١١٢٢-١١٢٣.

۵: نمازِ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پیدا ہونے والا تنازعہ سنت کے مطابق نمٹایا گیا۔ [1]

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ حضرت ابوبکر کے لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہما روانہ کرنے کے واقعہ سے ہمیں ایک سبق یہ حاصل ہوا، کہ صدیق اکبر نے اس سلسلے میں پیدا ہونے والے باہمی نزاع کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف لوٹا دیا اور اس پر بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا، کہ مضبوطی سے یہی طرزِ عمل اپنائیں۔ باہمی نزاع کو نمٹانے کے لیے دوسرے صحابہ کرام بھی یہی طرزِ عمل اپنایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے، وہی سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔
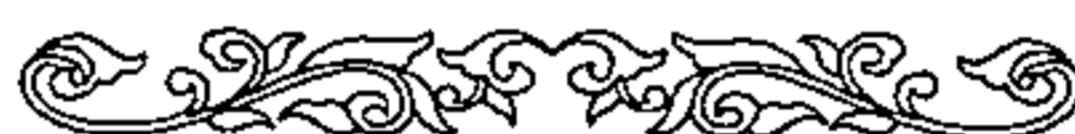
[1] ملاحظہ ہو: سنن الدارمي، باب ما يتقى من تفسير حديث النبي صلى الله عليه وسلم وقول غير عند قوله صلى الله عليه وسلم. حديث نمبر ٤٤٠، ١/٩٥.

-۱۱-

حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لینا

اس واقعہ سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، کہ جب حق واضح ہو جاتا ہے، تو اہل ایمان اس کو مانتے ہوئے سرِ تسلیم خم کر لیتے ہیں۔

لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے اور حضرت اسامہ کے امیرِ لشکر بنائے جانے میں اختلاف پیدا ہوا۔ لیکن جلد ہی اہل ایمان حق کی طرف لوٹ آئے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی روانگی کا حکم دیا تھا اور آپ نے ہی اسامہ کو اس لشکر کا امیر نامزد کیا تھا اور امت کے کسی بھی شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے میں تبدیلی کرنے کا حق حاصل نہیں، تو مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسا فرد نہ رہا، جو ان کے حکم کے نفاذ میں اختلاف رائے کا اظہار کرے۔

یہ سراپا خیر لوگ بھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیوں نہ کرتے، جب کہ انھیں اس بات کا علم تھا، کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم آ جانے کے بعد کسی کو اس کے خلاف جانے کا اختیار ہی نہیں رہتا، جیسا کہ اللہ رب العزت نے بیان فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا.﴾ [1]

---

[1] سورة الأحزاب / الآية ٣٦.

[کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو یہ حق نہیں ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں، تو پھر ان کو اپنے معاملے میں اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔]

یہی مؤقف صحابہ کرام نے اس وقت اختیار کیا، جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے حق بات واضح کی۔ ❶

اسی طرح رسول کریم ﷺ کے انتقال کے بعد جب خلیفہ کے انتخاب کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کو متنبہ کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا، کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ سن کر انصار کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا، کہ اس شخص کی امارت کو بہ دل و جان تسلیم کریں جسے نبی کریم ﷺ نے نماز کا امام متعین کیا تھا۔ ❷

امت کے سلف صالحین کا یہی طرزِ عمل رہا، کہ جب بھی ان کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہوا اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا، تو فوراً انھوں نے حق کے سامنے گردن جھکا دی اور اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

اس کے کتنے ہی شواہد ملتے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چور کا پاؤں کاٹنے کا فیصلہ اس وقت واپس لے لیا، جب انھیں یہ بتایا گیا، کہ یہ فیصلہ سنت کے خلاف ہے۔ ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۶۵۔

❷ ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۶۷۔۶۸۔

❸ دیکھیے میری کتاب: حکم الإنکار فی مسائل الخلاف ص ۵۹.

۲: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے زیادہ مہر مقرر کرنے کے بارے میں اپنا فیصلہ اس وقت واپس لے لیا، جب انھیں یہ بتایا گیا، کہ یہ فیصلہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ ❶

۳: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے محروم رکھنے کے بارے میں فیصلہ اس وقت واپس لے لیا، جب انھیں یہ پتا چلا کہ، ان کا فیصلہ سنت کے خلاف ہے۔ ❷

۴: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیوانی عورت کو رجم کرنے کے سلسلے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیا، جب انھیں بتلایا گیا کہ ان کا فیصلہ سنت کے خلاف ہے۔ ❸

۵: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیا، جب انھیں بتایا گیا، کہ یہ فیصلہ سنت کے خلاف ہے۔ ❹

۶: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حائضہ عورت کو طوافِ وداع کیے بغیر سفر کرنے سے منع کرنے کا جو فیصلہ صادر کیا تھا، انھوں نے اس سے اس وقت رجوع کر لیا، جب انھیں معلوم ہوا، کہ یہ فیصلہ سنت کے خلاف ہے۔ ❺

۷: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محرم کے لیے شکار کا گوشت (جو اس نے خود شکار نہ کیا ہو اور نہ شکار کا حکم دیا ہو) کھانے کے سلسلے میں جواز کی رائے، اس وقت ترک کر دی، جب انھیں یہ معلوم ہوا، کہ ان کی رائے سنت کے خلاف ہے۔ ❻

۸: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، نے مرتدین کو آگ میں جلانے کے سلسلے میں اپنی رائے سے رجوع کر لیا، جب انھیں پتا چلا، کہ ان کی رائے سنت کے برعکس

---

❶ ❷ ❸ ❹ ان چاروں واقعات کی تفصیل اور تخریج "حکم الإنکار فی مسائل الخلاف" ص ۵۹۔۶۲ پر دیکھئے۔

❺ واقعہ کی تفصیل اور تخریج المرجع السابق کے ص ۴۷ پر اور ❻ کی صفحات ۴۰۔۴۴ پر دیکھئے۔

ہے۔ ❶

۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا کہ ''اگر فجر کا وقت ہوجائے تو جنبی روزہ نہ رکھے'' جب انھیں معلوم ہوا، کہ یہ قول سنت کے خلاف ہے۔ ❷

۱۰: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے طواف وداع سے پہلے حائضہ عورت کے لیے سفر نہ کرنے کے بارے میں اپنی رائے سے اس وقت رجوع کرلیا، جب انھیں پتا چلا، کہ ان کی رائے سنت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ ❸

۱۱: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے دونوں شامی رکنوں کو چھونے کے سلسلے میں اپنی رائے سے رجوع کرلیا، جب انھیں معلوم ہوا کہ ان کا استلام سنت کے برعکس ہے۔ ❹

۱۲: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرزمینِ روم کی طرف حملے کی غرض سے جانے کا اپنا فیصلہ واپس لے لیا، جب انھیں یہ پتا چلا، کہ یہ فیصلہ سنت کے منافی ہے۔ ❺

۱۳: فلسطین کے گورنر عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کو سزا دینے کا اپنا فیصلہ واپس لے لیا، جب انھیں معلوم ہوا، کہ یہ فیصلہ سنت کے مطابق نہیں ہے۔ ❻

۱۴: حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی اپنا ایک فیصلہ اس وقت واپس لے لیا، جب

---

❶ واقعہ کی تفصیل اور تخریج ''حکم الإنکار فی مسائل الخلاف'' صفحات ۲۵،۲۶ پر ملاحظہ کیجیے۔

❷ دیکھیے واقعہ کی تفصیل اور تخریج میری کتاب ''مسؤولیۃ النساء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر'' ص ۹۲۔۹۳.

❸ اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۲۷ دیکھیے۔

❹ قصے کی تفصیل اور تخریج ''حکم الإنکار فی مسائل الخلاف'' ص ۲۶۔۲۷ دیکھیے۔

❺ المرجع السابق ص ٦٦۔٦٧ میں ملاحظہ فرمائیے۔

❻ المرجع السابق ص ٦٨ میں ملاحظہ فرمائیے۔

انھیں معلوم ہوا، کہ یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے منافی ہے۔ ❶

۱۵: قاضی سعد بن ابراہیم نے اپنا ایک فیصلہ اس وقت واپس لے لیا، جب انھیں معلوم ہوا، کہ ان کا فیصلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے منافی ہے۔ ❷

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے کے سلسلے میں اس سراپا خیر جماعت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین یا رب العالمین.

❶ حکم الإنکار في مسائل الخلاف ص ٦٨۔ ٧٠ میں ملاحظہ فرمایئے۔

❷ واقعے کی تفصیل اور تخریج "المرجع السابق" صفحات ٧٠۔٧١ پر دیکھئے۔

-۱۲-

احتساب سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں

اس واقعہ سے حاصل ہونے والے اسباق میں سے ایک یہ ہے، کہ کوئی شخص خواہ کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز ہو، کتنے ہی علم و فضل والا ہو، کتنا ہی عزیز اور قریبی ہو، جب اس کی کوئی بات یا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہو، تو وہ احتساب سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔ فاروق اعظم کا صدیق اکبر کی خدمت میں انصار کا یہ پیغام پہنچانا، کہ لشکر کی امارت سے اسامہ رضی اللہ عنہما کو معزول کر کے کسی زیادہ عمر رسیدہ شخص کو لشکر کا امیر متعین کر دیا جائے، ایک ایسا عمل تھا، جو احتساب کی زد میں آتا تھا اور اس عمل کے کرنے والے کا مرتبہ کسی سے مخفی نہیں تھا اور نہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی شان سے ناواقف تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ بلند مرتبہ شخص تھے، جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیا کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جن سے کلام کیا جاتا تھا۔ میری امت میں اس مرتبے پر اگر کوئی فائز ہے، تو وہ عمر ہے۔''[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

> ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب کبھی

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب فضائل الصحابه، باب مناقب عمر بن خطاب أبي حفص القرشي العدوي رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۶۸۹، ۷/ ۴۲.

کسی راستے پر شیطان کا تجھ سے سامنا ہوتا ہے، تو وہ دوسرا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔'' ❶

اور ان کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''میرے بعد اگر کسی نے نبی ہونا ہوتا، تو وہ عمر ہوتے۔'' ❷

ان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

''جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ہمیں لوگوں میں عزّت ملی۔'' ❸

مزید برآں حضرت عمر کو حضرت ابوبکر کے وزیر اور دست راست کی حیثیت حاصل تھی، لیکن یہ بلند و بالا مقام و مرتبہ انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے احتساب سے نہ بچاسکا اور انھوں نے انصار کا مذکورہ بالا یہ پیغام پہنچانے کی بنا پر ان کا احتساب کیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت فاروق اعظم نے جب یہ اعلان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہما نے فوراً ان کا محاسبہ کیا، بلکہ ان کے موقف کے خلاف برملا اعلان کیا اور ان لوگوں پر کڑی تنقید کی، جنھوں نے یہ رائے اختیار کرلی تھی۔ ❹

---

❶ یہ روایت بخاری شریف میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکور ہے، جزء حدیث نمبر ۳۶۸۳، ۴۱/۷.

❷ یہ روایت جامع ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ دیکھئے: ابواب المناقب، حدیث نمبر ۳۶۸۳، ۴۱/۷. شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذي، ۲۰۳/۳).

❸ صحیح البخاري، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشي العدوي رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۶۸۴، ۴۱/۷.

❹ دیکھئے: المرجع السابق: کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته، حدیث نمبر ۴۴۵۴، ۱۴۵/۸.

اسی طرح جب فاروق اعظم نے مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کا صدیق اکبر کو مشورہ دیا تو انھوں نے ایسا مشورہ دینے پر ان کی سرزنش کی۔ ❶

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل اسلامی حکم کے عین مطابق تھا۔ اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے، کہ کوئی غلط بات یا کام دیکھتے ہی وہ حسبِ استطاعت اس کا راستہ روکنے کے لیے کوشاں ہو جائیں، خواہ وہ غلط بات یا کام اہلِ علم و فضل سے سرزد ہو یا عوام الناس سے، کسی محبوبِ نظر رشتہ دار سے اس کا ارتکاب ہو یا کسی دشمن سے۔ امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے کہا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.'' ❷

''تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے، تو اس پر لازم ہے، کہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ رکھے، تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی طاقت بھی نہ پائے، تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

کسی قابلِ احتساب بات یا عمل کے موجود ہونے کی صورت میں کسی عالم کا علم اور کسی فاضل شخصیت کا فضل و شرف اسے احتساب سے بچا نہیں سکے گا۔ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں ایک باب کا حسبِ ذیل عنوان لکھا ہے:

''ایک شخص کے لیے اس بات کے مستحب ہونے کا بیان، کہ وہ دین و دنیا

---

❶ دیکھئے: مشكوٰة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه، الفصل الثالث، حديث نمبر ٦٠٢٥، ٣/١٧٠٠-١٧٠١. نیز دیکھئے: مرقاة المصابيح ١٠/٣٨٤.

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان، حديث نمبر ٤٨- (٤٩)، ١/٦٩.

کے اعتبار سے اپنے سے بڑے یا برابر یا چھوٹے کو نیکی کا حکم دے، بشرطیکہ اس کا ارادہ نصیحت کرنے کا ہو، نہ کہ عار دلانے کا۔''[1]

اسی طرح کسی رشتہ دار کی قرابت اس سے سرزد ہونے والی برائی کے خلاف آواز بلند کرنے سے نہ روکے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾[2]

[اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کی غرض سے مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ۔]

بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ''اس آیت کا لُبِّ لباب یہ ہے، کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب اور انصاف پر کاربند ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ انصاف کی بنیاد پر گواہی دینا، انصاف کے مطابق حکم نافذ کرنا، انصاف کے ساتھ فتویٰ دینا، حق بات کہنے کے شرعی فریضہ کو کسی دشمن یا دوست کی وجہ سے نہ چھوڑنا، اور خواہشات کی پیروی کا ناجائز ہونا، یہ سب باتیں اس آیت کے ضمن میں آتی ہیں۔''[3]

صحابہ کرام کی جانب سے اس بات کا اہتمام کرنے پر بہت سے شواہد ملتے ہیں۔ انہی میں سے اس کتاب میں بیان کردہ سابقہ شواہد ہیں، جن سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے، کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جب کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات سرزد ہوئی، تو ان کا احتساب کیا گیا۔ ان معزز شخصیات کو ان کے بلند مرتبہ یا ان کی عزت و توقیر کے باوجود احتساب کے بغیر چھوڑا نہیں گیا۔

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البر والاحسان، باب الصدق والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ١/٥٢١.

[2] سورة المائده/جزء من الآية ٨.

[3] منقول: از تفسير القاسمي ٦/١١٧.

ان کے مبارک دور میں وہ کیفیت نہ تھی، جس کا ہم اس دور میں مشاہدہ کر رہے ہیں، کہ اگر معروف کا تارک اور برائی کا مرتکب عوام الناس سے ہو، تو اس کا سخت احتساب کیا جاتا ہے۔ لیکن کلیدی عہدوں پر فائز یا قریبی رشتہ دار یا دوست احباب منکرات کا ارتکاب کریں، تو انھیں کچھ نہیں کہا جاتا۔ ان کے مواخذے اور احتساب کے سلسلے میں انتہائی سرد مہری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

وَعَیْنُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٍ

کَمَا أَنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِيَ الْمَسَاوِیَا

''خوش نودی کی آنکھ ہر عیب سے کند ہوتی ہے، جب کہ ناراضی کی آنکھ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں سے نہ کرے، ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، جو انصاف پر قائم تھے، اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے تھے، خواہ اس کی زد ان کی اپنی ذات، والدین یا قریبی رشتہ داروں پر کیوں نہ پڑتی ہو۔ آمین یا رب العالمین.

تنبیہ:

اس سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے، کہ اکابر اور بلند مرتبہ شخصیات کا، جیسے کوئی چاہے احتساب کرتا پھرے، بلکہ اس کے بھی آداب ہیں، جو احتساب کے وقت ملحوظِ خاطر رکھے جائیں گے۔ ان آداب کا تذکرہ احتساب کے ماہرین علماء نے کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے۔

-۱۳-

بعض اوقات احتساب میں سختی سے کام لینا

بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ تمام حالات میں احتساب کرتے وقت نرمی اختیار کی جائے، لیکن یہ رائے درست نہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں، کہ احتساب کرتے وقت اصولی طور پر لطف و کرم اور نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے، لیکن بعض اوقات حالات سختی اور ترشی اختیار کرنے کے متقاضی ہوتے ہیں۔

ان حالات میں سے ایک صورت یہ ہے، کہ اگر خلافِ شرع کوئی حرکت، کسی ایسے شخص سے سرزد ہو، جس سے اس کے علم و فضل کی بنا پر توقع نہ کی جاتی ہو، تو اس کا احتساب سختی سے کیا جاتا ہے۔ [1]

احتساب کے متعلق یہ قاعدہ اور اصول اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے اسامہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کی امارت سے معزول کر کے کسی اور عمر رسیدہ شخص کو امیر لشکر بنانے کی تجویز پیش کی، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور بڑی سختی سے ان کا محاسبہ کیا:

تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، یک دم اچھلے اور عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر ان سے کہا: ''ابن خطاب تیری ماں تجھے گم پائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

---

[1] اس موضوع کی تفصیل میری کتاب ''من صفات الداعیة: اللین والرفق'' صفحات ۳۴۔۵۸ میں ملاحظہ فرمائیے۔

امیر مقرر کیا اور تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو، کہ میں اسے معزول کر دوں۔"[1]

اسی طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس وقت بھی سختی سے پیش آئے تھے، جب انھوں نے مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ نرم سلوک روا رکھنے کی تجویز پیش کی تھی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے انھیں یہ توقع نہ تھی، کیونکہ دینی معاملات میں وہ خود شدید رویہ اختیار کرنے میں مشہور تھے۔ ابوبکر نے اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

"زمانۂ جاہلیت میں سخت اور اسلام میں انتہائی نرم، حالانکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کر دی جائے گی۔"[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایسے شخص کے متعلق احتساب میں سخت رویہ اختیار کرنا، جس سے غلطی سرزد ہونے کی توقع نہ تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی بنا پر تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اس شخص کے لیے نمونہ بنایا ہے، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کی امید رکھتا اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ایسے شواہد کثرت سے موجود ہیں، کہ جب ایسے اشخاص نے غلطی کی، جن سے غلطی کی توقع نہ تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سختی سے محاسبہ فرمایا اور ایسے ہی شواہد میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱: امام ابوداؤد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ میں رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آیا، میرے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے، انھوں نے میرے ہاتھ پر زعفران لیپ کر دیا۔ صبح کے وقت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

[1] تاریخ الطبري ٣/٢٢٦.

[2] دیکھئے: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب أبي بکر رضی اللہ عنہ، الفصل الثالث، روایت نمبر ٦٠٢٥، ٣/١٧٠٠-١٧٠١.

میں گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور نہ مجھے خوش آمدید کہا، بلکہ فرمایا: ''جاؤ یہ دھو ڈالو۔''

میں گیا، اسے دھویا، پھر آیا، سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا، مجھے خوش آمدید کہا اور ارشاد فرمایا:

''فرشتے کافر کے جنازے میں خیر کا پیغام نہیں لاتے اور نہ ایسے شخص کے پاس آتے ہیں، جس نے زعفران مل رکھا ہو اور نہ ہی جنبی کے پاس۔''

البتہ جنبی کے لیے یہ رخصت دی، کہ جب وہ سوئے یا کھائے پیئے، تو وضو کر لے۔''[1]

۲: امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اوپر دو زرد رنگ کی چادریں دیکھیں، تو فرمایا:

''کیا تیری ماں نے تجھے یہ پہننے کا حکم دیا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا انھیں دھو ڈالوں؟''

فرمایا: ''بلکہ ان کو جلا ڈالو۔''[2]

۳: امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا: ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے پاس تشریف لائے، اس

---

[1] سنن ابی داود، (المطبوع مع عون المعبود)، کتاب الترجّل، باب فی الخلوق للرجال، حدیث نمبر ۴۱۷۰، ۱۱/۱۵۵۔ شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داود ۲/۶۸۸).

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، حدیث نمبر ۲۸۔ (۲۰۷۷)، ۳/۱۶۴۷).

وقت ہم مسئلہ تقدیر پر جھگڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ ناراض ہوئے اور آپ کا چہرہ مبارک اس طرح سرخ تھا، جیسے آپ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تمھیں اسی بات کا حکم دیا گیا ہے یا اسی لیے مجھے تمھاری طرف بھیجا گیا ہے؟

تم سے پہلے لوگوں نے جب اس مسئلے میں جھگڑا کیا، تو تباہ ہوگئے۔ میں تم پر یہ لازم قرار دیتا ہوں، کہ اس سلسلے میں آئندہ جھگڑنا نہیں ہوگا۔'' [1]

ان تین شواہد میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے احتساب کرتے وقت سخت رویہ اختیار کیا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے سلام کا آپ نے جواب نہیں دیا اور نہ خوش آمدید کہا، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو زرد رنگ کے دو کپڑے جلانے کا حکم دیا، صحابہ کرام کو جب تقدیر کے مسئلے میں جھگڑتے دیکھا، تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا، یوں دکھائی دے رہا تھا، جیسے آپ کے رخساروں پر سرخ انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ ان حضرات کا احتساب کرتے ہوئے سخت رویہ...... واللہ تعالیٰ اعلم...... اس لیے اختیار کیا گیا، کہ ان سے یہ توقع نہ تھی، کہ وہ ایسی غلطیوں کا ارتکاب کریں گے۔ یہ تو وہ سعادت مند ابرار و صلحا تھے، کہ خود رسول کریم ﷺ نے ان کی تربیت اور تزکیہ کیا تھا۔

ان تین کے علاوہ بھی ایسے شواہد ملتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے احتساب کے وقت سخت رویہ اختیار کیا، خاص طور پر ایسے اشخاص کے خلاف، جن سے خلافِ توقع شریعت کی خلاف ورزی ہوئی۔ ان میں سے بعض کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جارہا ہے:

---

[1] جامع الترمذي (المطبوع مع تحفة الأحوذي)، أبواب القدر، باب ما جاء من التشديد في الخوض في القدر، حديث نمبر ۲۲۱۶، ۲۷۹/۶۔ شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح سنن الترمذي، ۲۲۳/۲)۔

۱: نبی کریم ﷺ کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس وقت ڈانٹ پلانا، جب کہ انھوں نے اپنے باپ کی قسم کھائی تھی۔ ❶

۲: آنحضرت ﷺ کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت ناراضی کا اظہار کرنا، جب وہ تورات پڑھنے میں مشغول تھے۔ ❷

۳: آنحضرت ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا سختی سے احتساب کرنا، جب آپ نے ان کے حجرے میں تصویروں والا تکیہ دیکھا تھا۔ ❸

۴: آنحضرت ﷺ کا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس وقت ڈانٹ پلانا، جب کہ انھوں نے مقتدیوں کا خیال نہ رکھتے ہوئے نماز لمبی کردی تھی۔ ❹

۵: آنحضرت ﷺ کا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر سختی سے تنبیہ فرمانا، جب انھوں نے اپنے غلام کو برا بھلا کہا تھا۔ ❺

۶: آنحضرت ﷺ کا اس شخص سے ناراض ہونا، جس نے گم شدہ اونٹ کو پکڑنے کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ❻

۷: آنحضرت ﷺ کا اس شخص کے بارے میں "وَيْلَكَ" (تجھ پر افسوس) کے الفاظ استعمال کرنا، جس نے چوپائے پر سوار ہونے میں آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کی تھی۔ ❼

---

❶ دیکھئے میری کتاب "الحسبة فی العصر النبوي وعصر الخلفاء والراشدين رضی اللہ عنہم" ص ۱۲.

❷ دیکھئے "من صفات الداعية اللين والرفق" ص ۵۳.

❸ دیکھئے: "الحسبة فی العصر النبوي وعصر الخلفاء والراشدين رضی اللہ عنہم" ص ۶۔۷.

❹ ملاحظہ ہو: "من صفات الداعية اللين والرفق" ص ۵۱.

❺ ملاحظہ ہو: "الحسبة فی العصر النبوي وعصر الخلفاء والراشدين رضی اللہ عنہم" ص ۹۔۱۰.

❻ ملاحظہ ہو: "من صفات الداعية اللين والرفق" ص ۵۱.

❼ دیکھئے: المرجع السابق ص ۵۲.

۸: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص پر سختی کرنا، جس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ ❶

۹: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان صحابہ کرام پر نکیر کرتے ہوئے بلند آواز سے بولنا، جنھوں نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا۔ ❷

❶ دیکھئے: من صفات الداعية: اللين والرفق ص ۵۳.

❷ دیکھئے "الحسبة فی العصر النبوي وعصر الخلفاء والراشدين رضي الله عنهم" ص ۱۱.

-۱۴-

دعوت کے مطابق عمل

اس واقعہ میں ہمارے لیے ایک سبق یہ ہے، کہ دین کی دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے، کہ اس کا عمل اس کی دعوت کے مطابق ہو۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیرِ لشکر برقرار رکھنے پر اصرار کیا، تو انھوں نے اس کے ساتھ ان کی امارت کے اعتراف کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔ اس طرزِ عمل کا مظاہرہ ان کی جانب سے دو مرتبہ کیا گیا۔

آیئے تاریخ کے جھروکے سے دیکھیں...... تاریخ طبری میں ہے کہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے باہر ان (لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے اور لشکر کو الوداع کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت سوار تھے اور صدیق اکبر کی سواری کی لگام عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما ساتھ ساتھ تھامے جا رہے تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یا آپ سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آتا ہوں۔''

خلیفۂ وقت نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! نہ تم سواری سے نیچے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ کچھ دیر کے لیے اللہ کی راہ میں میرے قدم غبار آلود ہونے میں میرا کیا بگڑتا ہے۔

غازی جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلے سات سو نیکیاں اس کے حق میں لکھ دی جاتی ہیں، اس کے سات سو درجے بلند کر دیے جاتے ہیں اور سات سو خطائیں

مٹادی جاتی ہیں۔''

جب بات ختم کی، تو ارشاد فرمایا:

''اگر مناسب سمجھو، تو عمر بن خطاب کو میرے پاس رہنے دو۔''

اسامہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ [1]

اس اقتباس سے ہمیں درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں!

۱: حضرت ابوبکر اسامہ رضی اللہ عنہما کے ہمراہ پیدل چلے، جب کہ وہ سوار تھے اور ان کی عمر بیس یا اٹھارہ سال تھی، اور حضرت ابوبکر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکے تھے۔

ان کا امتیاز صرف یہی نہ تھا، بلکہ غارِ ثور میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب، وزیر اور آپ کے بعد آپ کے جانشین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت میں افضل ترین شخصیت کے مالک تھے۔

انھوں نے اسامہ کے ہمراہ پیدل چلنے اور انھیں سواری پر بدستور رہنے پر اصرار کیا۔ جب اسامہ نے یہ مطالبہ کیا تھا، کہ یا آپ بھی سوار ہو جائیں، ورنہ میں نیچے اتر جاؤں گا، تو حضرت ابوبکر نے یہ دونوں تجویزیں مسترد کر دی تھیں۔ یہ طرزِ عمل اختیار کرنے میں لشکر اسامہ کے لیے یہ پیغام تھا، کہ اسامہ کی امارت کو برضا و رغبت تسلیم کر لیا جائے اور اپنے سینوں سے ہر قسم کی تنگی اور کدورت کو نکال دیا جائے۔

حضرت ابوبکر پیدل چلتے ہوئے گویا کہ لشکر کو زبانِ حال سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے:

''مسلمانو! دیکھو میں ابوبکر ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کے باوجود اسامہ کے ہمراہ پیدل چل رہا ہوں اور یہ سوار ہیں۔ یہ اس کے امیر

[1] تاريخ الطبري ٣/٢٢٦.

لشکر ہونے کا عملاً اقرار ہے، کیونکہ انھیں ہمارے امام اعظم، قائد اعلیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرِ لشکر نامزد کیا تھا، تم ان کی امارت کو ہدفِ تنقید بنانے کی کس طرح جرأت کرتے ہو؟''

۲: حضرت ابوبکر دلی طور پر چاہتے تھے، کہ عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ میں ان کے تعاون کے لیے موجود رہیں اور لشکر کے ساتھ نہ جائیں، اس کے لیے حضرت ابوبکر نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم نہیں دیا، بلکہ ان سے کہا، کہ اگر آپ مناسب سمجھیں، تو عمر کو میرے تعاون کے لیے یہاں رہنے دیں۔ یہ حضرت ابوبکر کی جانب سے اسامہ کے امیرِ لشکر ہونے کا دوسرا عملی اعتراف تھا اور لشکر کے نام یہ پیغام تھا، کہ تم پر بھی ان کی اطاعت اور ان کی امارت کا اعتراف لازمی ہے۔

اس طرح حضرت ابوبکر نے اپنی دعوت کو عمل کے ساتھ وابستہ کر کے پیش کرنے کا اہتمام کیا اور اسی بات کا حکم اسلام نے دیا ہے۔

اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو جھنجھوڑا ہے، جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.﴾ [1]

[کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تمھیں عقل نہیں؟]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے طرزِ عمل کو ناپسند فرمایا، جو کہنے کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] سورة البقرہ: / الآية ٤٤.

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ.﴾ ❶

[اے ایمان والو! تم وہ کہتے کیوں ہو، جو خود نہیں کرتے؟ اللہ کے ہاں بڑی ناراضی کا سبب ہے، کہ تم وہ کہو، جو خود کرتے نہیں ہو۔]

آنحضرت ﷺ نے بھی اس شخص کا برا انجام بیان کیا ہے، جس کا عمل اس کے قول کے مطابق نہ ہو۔ امام بخاری نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ اس میں ایسے چکر لگاتا رہے گا، جس طرح چکی کا گدھا گھومتا رہتا ہے۔ جہنمی اس کے اردگرد گھیرا ڈال لیں گے اور کہیں گے:

''ارے فلاں! کیا تو نیکی کا حکم دیتا اور برائیوں سے روکا نہیں کرتا تھا؟''

وہ کہے گا: ''ہاں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا، لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا، لیکن خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔'' ❷

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت کو عمل کے مطابق پیش کرنے کا جو اہتمام کیا، وہ رسول کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کیا تھا۔ رسول کریم ﷺ قول و فعل کی مطابقت کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ میں اس کے بہت سے شواہد ملتے ہیں، جن میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کرنے کا ارادہ فرمایا، تو پہلے اپنی سونے کی انگوٹھی کو پھینکتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میں اسے ہرگز کبھی بھی

---

❶ سورة الصف / الآيتين ٢-٣.

❷ صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التى تموج كموج البحر، حديث نمبر ٧٠٩٨، ١٣/ ٤٨.

نہیں پہنوں گا۔''

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا، کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہنی، تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے سونے کی انگوٹھی پہنی۔''

پھر اسے پھینک دیا اور فرمایا: ''میں اسے ہرگز کبھی بھی نہیں پہنوں گا۔''

لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ [1]

۲: غزوۂ حنین کے بعد جب بنو ہوازن کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا، کہ مسلمان ان کے قیدی واپس کردیں، تو سب سے پہلے جو قیدی آپ کے اور بنی ہاشم کے قبضے میں تھے، اُنھیں واپس لوٹانے کا اعلان کیا، پھر عام مسلمانوں کو قیدی لوٹانے کی ترغیب دلائی۔

امام بخاری نے مروان اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہوکر اللہ کی تعریف بیان کی، پھر ارشاد فرمایا:

''تمھارے بھائی ہمارے پاس تائب ہوکر حاضر ہوئے ہیں، میرا خیال ہے، کہ میں ان کے قیدی واپس لوٹا دوں۔ جو شخص تم میں سے بغیر معاوضہ لیے بطیب خاطر انھیں قیدی واپس کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے، کہ وہ ایسا کرے اور جو تم میں سے یہ پسند کرتا ہے، کہ ہم اسے اولین حاصل ہونے

---

[1] صحیح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بأفعال النبي ﷺ، حدیث نمبر ۷۲۹۸، ۱۳/۲۷۷.

والے مالِ غنیمت میں سے معاوضہ دیں، تو اسے ایسا کرنے کی بھی اجازت ہے۔''

لوگوں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم برضا ورغبت بغیر کوئی معاوضہ وصول کیے انھیں آزاد کرتے ہیں۔ ❶

ایک روایت میں ہے، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بنی ہاشم کے قبضے میں جو قیدی تھے، میں نے انھیں بھی بنوہوازن کی طرف لوٹا دیا ہے۔'' ❷

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے، کہ مہاجرین نے کہا:

''جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔''

انصار نے بھی ایسے ہی کہا۔ ❸

۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر وادیٔ عرنہ میں جاہلیت کے تمام افعال، طے شدہ غیر شرعی تجارتی معاملات اور خون بہا کو کالعدم قرار دینے کا جب تاریخی اعلان کیا، تو ان کے کالعدم کیے جانے کی ابتدا اپنے قریبی رشتہ داروں سے متعلق معاملات سے کی۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ عرنہ میں تشریف لائے، لوگوں سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''تمھارے خون اور مال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ ان کی حرمت اسی طرح ہے، جس طرح آج کے تمھارے اس دن کی، تمھارے اس مہینے، اور تمھارے اس شہر کی حرمت۔

---

❶ صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالىٰ ''وَيَوْمَ حُنَيْنٍ''، جزء حديث نمبر ٤٣١٨ وحديث نمبر ٤٣١٩، ٨/٣٢-٣٣.

❷ فتح الباري ٨/٣٣.

❸ المرجع السابق ٨/٣٣.

امورِ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے رکھ دی گئی ہے۔ دورِ جاہلیت کے خون بہا کالعدم قرار دیے گئے ہیں۔

ہمارے مقتولین میں سے پہلا خون، جو میں معاف کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے [1] کا ہے، جو قبیلہ بنوسعد میں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

دورِ جاہلیت کا سود کالعدم ہو چکا ہے، پہلا سود جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے۔ آج سے یہ سب ختم ہے۔" [2]

امام نووی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: "أَلَا كُلُّ شَيْءٍ ..... فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ." کی شرح میں لکھا ہے، کہ: "(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) اس فرمان سے زمانۂ جاہلیت کے وہ تمام افعال اور سودے باطل قرار پاتے ہیں، جن کے تحت ابھی قبضہ نہ لیا گیا تھا" اسی طرح دورِ جاہلیت کے قتل کا قصاص بھی نہیں ہوگا۔"

امام نووی مزید فرماتے ہیں:

"امامِ وقت یا وہ شخص جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا ہو، اس کے لیے ضروری ہے، کہ وہ اپنی ذات اور اہل خانہ سے ابتدا کرے۔ اس سے اس کی بات پر عمل کیے جانے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔" [3]

خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ حضرت ابوبکر کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کرنے کے واقعہ میں ایک سبق یہ ہے، کہ انھوں نے اپنی دعوت اور عمل میں مطابقت کا خاص خیال رکھا۔ انھوں نے اس معاملے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کا حق ادا کر دیا۔

---

[1] "ابن ربیعہ بن حارث" میں جس حارث کا تذکرہ ہے، وہ عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح نووی ۱۸۲/۸)۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء حدیث نمبر ۱۴۷۔ (۱۲۱۸)، ۸۸۶/۲۔۸۸۷۔

[3] شرح النووي ۱۸۲/۸۔

-۱۵-

خدمتِ اسلام میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار

اس واقعہ میں خدمتِ اسلام کی خاطر نوجوانوں کے عظیم الشان کردار کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے رومیوں سے جہاد کے لیے جو لشکر تیار فرمایا، س کا امیر نوجوان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو نامزد فرمایا، جن کی عمر اس وقت صرف بیس سال تھی، بعض روایات کے مطابق صرف اٹھارہ سال تھی اور رومیوں کی قوت و ہیبت کا یہ عالم تھا، کہ عام لوگوں کی نظر میں وہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھے۔

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی تنقید کے باوجود اس نوجوان کو امارت کے منصب پر برقرار رکھا اور یہ امیرِ لشکر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مہم میں کامیاب ہو کر واپس لوٹا، جو اس کے سپرد کی گئی تھی۔

اس طرح اس واقعہ میں نوجوانوں کے نام یہ ایک پیغام ہے، کہ وہ خدمتِ اسلام کے لیے اپنے مرتبہ و مقام کو پہچانیں۔

اگر ہم مکی اور مدنی دور کی دعوتِ اسلامی کی تاریخ پر نظر ڈالیں، تو ہمیں بہت سے ایسے شواہد ملیں گے، کہ مسلمان نوجوانوں نے قرآن وسنت کی خدمت، اسلامی حکومت کے نظم و نسق کے چلانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سلسلے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں کچھ تفصیل پیش کی جارہی ہے:

کتابتِ وحی:

وحی کی کتابت کا فریضہ سرانجام دینے والے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت

زید بن ثابت اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کو دیکھئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت علی کی عمر ۳۴ سال [1]، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ۲۲ سال [2]، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی ۲۸ سال تھی۔[3]

قرآن کریم میں مہارت:

جن حضرات نے قرآن کریم میں مہارت حاصل کی اور معلّم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قرآن حکیم کی تدریس کے استاذ ہونے کی سند حاصل کی، ان میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم چار اشخاص سے پڑھو! وہ ہیں عبد اللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔''[4]

---

[1] تقریب التهذيب میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''علی رضی اللہ عنہ ۴۰ ہجری کو ماہِ رمضان میں فوت ہوئے، اور راجح بات یہ ہے، کہ اس وقت ان کی عمر تریسٹھ برس تھی۔'' (ص ۴۰۲). اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۳۴ سال بنتی ہے۔

[2] ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء ۲/ ۴۲۱ ـ ۴۲۸. اس میں مذکور ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ اس اعتبار سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۲۲ سال کے تھے۔

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/ ۱۶۲، اس میں مرقوم ہے، کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ ہجری کے ماہِ رجب میں فوت ہوئے۔ ان کی عمر ۷۷ سال تھی، اس طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر ۱۷ سال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ۲۸ سال تھی۔

[4] صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، رقم الحديث ۳۷۶۰، ۷/ ۱۰۲.

مذکورہ چار حضرات سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی تخصیص پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر وضاحت کرتے ہیں:

''ان چار صحابہ سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں تخصیص اس لیے کی گئی، کہ انھیں قرآن مجید کے علم پر بہت زیادہ دسترس حاصل تھی، اس کی ادائیگی میں ان کا طریق کار بڑا مضبوط تھا یا اس لیے، کہ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن کریم پڑھنے کے لیے دیگر کام چھوڑ کر پورا وقت دیا تھا اور پھر اس کی تعلیم میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرآن حکیم کا علم حاصل کرنے کا خاص طور پر حکم دیا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں، کہ دیگر صحابہ کرام نے قرآن کریم کو جمع نہ کیا تھا۔''❶

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عمر انتالیس سال تھی۔❷ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، کہ: ''جسے یہ پسند ہے، کہ وہ قرآن حکیم اس انداز سے تروتازہ پڑھے، جیسے وہ نازل ہوا ہے، تو وہ ابن ام عبد کا اندازِ قرأت اختیار کرے۔''❸

ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی عمر رسول

---

❶ فتح الباري ۱۰۲/۷.

❷ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۳۲ ہجری میں ساٹھ سال سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۰۳/۷). اس حساب سے ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۸ سال کے لگ بھگ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت انتالیس برس کی ہوئی۔

❸ بروایت حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، المسند، جزء حدیث نمبر ٤٢٥٥، ۱۲۸/٦۔۱۲۹. شیخ احمد شاکر نے اسے [صحیح السند] قرار دیا ہے۔ (حاشیہ المسند ۱۲۸/٦).

کریم ﷺ کی وفات کے وقت اکتیس سال تھی۔ ❶

سنتِ مطہرہ کی روایت:

سنتِ مطہرہ کی خدمت کے سلسلے میں جن صحابہ کرام نے شہرت حاصل کی اور سب سے زیادہ احادیث روایت کیں، ان کی تعداد چھ ہے اور وہ ہیں: حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت علی الترتیب ان کی عمریں یہ تھیں۔

۱:	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۲ سال ❷
۲:	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۲۲ سال ❸
۳:	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۰ سال ❹

❶ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ۱۷ یا ۱۸ ہجری کو اڑتیس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء ۱/۴۶۱). اس طرح نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر اکتیس برس کے قریب تھی۔ (دیکھئے: تقریب التهذيب ص ۵۳۵).

❷ تقریب التهذيب میں ہے، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹ ہجری میں اٹھہتر سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ (ص ۶۸۰-۶۸۱) اگر پہلی تاریخ یعنی ۵۷ ہجری کو سالِ وفات تسلیم کیا جائے، تو ہجرت کے وقت ان کی عمر اکیس سال اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بتیس سال بنتی ہے۔ ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں: (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء : ۲/۶۳۲).

❸ تقریب التهذيب (ص ۳۱۵) میں ہے، کہ غزوۂ احد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کم سن قرار دیا گیا تھا، اس وقت ان کی عمر صرف چودہ سال تھی، غزوۂ احد ۳ ہجری میں ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بائیس سال تھی، حافظ ذہبی کا بیان ہے، کہ مسند بقی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکرر احادیث سمیت دو ہزار چھ سو تیس احادیث مروی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء: ۳/۲۳۸).

❹ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ فرماتے ہیں: ''جب نبی کریم ﷺ مدینے تشریف لائے، میں اس وقت دس سال کا تھا، جب آپ ﷺ نے وفات پائی میں بیس سال کا تھا۔'' (صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدىء، حديث نمبر ۱۲۵-(۲۰۲۹)، ۳/۱۶۰۳). ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء: ۳/۴۰۶).

۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۱۸ سال [1]

۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۱۵ سال [2]

۶: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ۲۷ یا ۲۸ سال [3]

منصب قضاء اور علم و فضل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے امت میں ان کو سب سے بہتر قاضی قرار دیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حلال و حرام کے مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والا فرمایا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد ہوا، کہ وہ علم وراثت کے سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] حافظ ابن حجر نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے، کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ انھوں نے آپ سے بہت سا علم حاصل کیا اور اسے یاد رکھا، یہاں تک کہ ان کے بارے میں یہ بات کہی گئی: ''شریعت کے چوتھائی احکام عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں۔'' (فتح الباري ۷/۱۰۷). ان سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں۔ (دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۲/۱۳۹).

[2] امام حاکم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، میں اس وقت پندرہ سال کا تھا۔'' (المستدرك، کتاب معرفة الصحابه، ۳/۵۳۳). امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المرجع السابق ۳/۵۳٤). اور علامہ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ (دیکھئے: التلخیص ۳/۵۳۳). طبرانی نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۹/۲۸۵). ان سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ (دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۳/۳۵۹).

[3] جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ۷۸ یا ۷۷ ہجری میں وفات پائی۔ بیان کیا گیا ہے، کہ اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء ۳/۱۹٤). اس طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر سولہ یا سترہ سال بنتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ ستائیس یا اٹھائیس سال کے تھے۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۱۹٤).

"أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُوبَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِيْنِ اللّٰهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ."❶

"میری امت میں سے سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں، اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، سب سے سچی حیا والے عثمان، اور سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب، اللہ کی کتاب کے سب سے زیادہ پڑھنے والے ابی بن کعب، حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل اور علم الفرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔"

مذکورہ بالا صحابہ کرام میں سے تین علی، معاذ بن جبل اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جوان تھے۔❷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بھی بنا کر بھیجا۔ اس سلسلے میں امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ آپ مجھے بھیج رہے ہیں، جب کہ میں ابھی نوعمر ہوں اور عدالتی امور کا مجھے علم بھی نہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تیرے دل کی راہنمائی کرے گا۔ تیری زبان میں ثبات پیدا کرے گا۔ جب تیرے سامنے دو

---

❶ صحیح سنن ابن ماجه، المقدمه، فضائل أصحاب رسول الله ﷺ، جزء حدیث نمبر ۱۲۵۔۱۵۴، ۱/۳۱. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۳۱)۔

❷ اس بارے میں تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

جھگڑنے والے بیٹھیں، تو تم اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کرنا، جب تک کہ دوسرے سے بھی پوری بات نہ سن لو، جس طرح تم نے پہلے سے سنی تھی۔ اس طرح تیرے لیے فیصلہ واضح اور روشن ہو جائے گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پھر میں قاضی رہا (یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا) ''فرمانِ نبوی سننے کے بعد میرے دل میں کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت قطعاً کوئی تذبذب پیدا نہیں ہوا۔'' ❶

جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ:

اس طرح نوجوانوں نے جہاد فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ پہلے عرب ہیں، جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔ امام بخاری نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا: ''میں پہلا عرب ہوں، جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔'' ❷

حضرت سعد اس وقت حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے فوجی دستے میں شامل تھے اور یہ سب سے اولین فوجی دستہ تھا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے سال روانہ فرمایا تھا۔ ❸ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ستائیس برس تھی۔ ❹

---

❶ سنن ابی داود، کتاب القضاء، باب کیف القضاء؟ حدیث نمبر ۳۵۷۷، ۹/۳۶۱. شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (صحیح ابی داود ۲/۶۸۴).

❷ صحیح البخاري، کتاب فضائل الصحابه، باب مناقب سعد بن أبی وقاص الزهری رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۷۲۸، ۷/۸۳.

❸ فتح الباري ۷/۸۴.

❹ سیر أعلام النبلاء ۱/۱۲۴: میں مذکور ہے: ''ابراہیم بن سعد بیان کرتے ہیں، کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۵۶ ہجری میں بیاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔'' اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر چھبیس سال اور پہلے لشکر میں شمولیت کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی۔

نوجوان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے تھے، جنھوں نے غزوہ بدر میں مبارزت کا اعزاز حاصل کیا۔ امام بخاری نے قیس بن عباد سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے کہا: ''میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا، کہ یہ آیت ﴿هَـٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی، جنھوں نے بدر کے دن مبارزت کی تھی اور وہ تھے: حمزہ، علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم۔ ان کے مقابلے میں ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ آئے۔'' ❶

غزوۂ خیبر میں وہ نوجوان جھنڈا بردار جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی، حضرت علی بن ابی طالب تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ امام بخاری نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا'' یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:)
''کل ایسا شخص جھنڈا پکڑے گا، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں۔ وہ شخص ایسا ہے، کہ یہ میدان اس کے ذریعے فتح ہوگا۔''

صحابہ کہتے ہیں، کہ ہم اس کی توقع رکھتے تھے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان جاری کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر فتح ہو گیا۔'' ❷

اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابوجہل کو تہ تیغ کرنے کی سعادت دو نوعمر جوانوں کے مقدر میں لکھ دی تھی اور وہ تھے معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہم۔

امام بخاری نے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا کہ: ''میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں

---

❶ صحيح البخاري، كتاب المغازى، باب قتل أبي جهل، حديث نمبر ۳۹۹۹، ۷/۲۹۷.

❷ المرجع السابق، باب غزوة خيبر، حديث نمبر ۴۲۰۹، ۷/۴۷۶.

دونو عمر جوانوں کو دیکھا۔ میں نے ان کے درمیان ہونے کے سبب اپنے آپ کو پر امن محسوس نہ کیا۔ ایک نے اپنے ساتھی سے بات چھپاتے ہوئے، مجھ سے کہا:

''چچا جان! مجھے ابوجہل دکھلایئے۔''

میں نے کہا: ''بھتیجے! تجھے اس سے کیا کام ہے؟''

اس نے کہا: ''میں نے اللہ سے عہد کیا ہے، کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا، تو اسے قتل کردوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔''

دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے بات چھپاتے ہوئے، مجھ سے یہی کہا۔

اب مجھے ان کے بجائے کسی دوسرے دو آدمیوں کے درمیان ہونا پسند نہ تھا۔ میں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، کہ: ''وہ ہے تمھارا ہدف۔''

''وہ باز کی طرح اس پر جھپٹے، یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ وہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔'' رضی اللہ عنہم۔ [1]

حکومتِ اسلامیہ کے انتظامی اُمور:

اسی طرح نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفویض کردہ انتظامی امور کو نہایت حسن وخوبی سے سرانجام دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یمن سے خمس کی وصولی کے منصب پر متعین کیا [2] اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو زبید، عدن، رمع اور ساحل کا گورنر نامزد کیا [3] اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازى، باب، حديث نمبر ۳۹۸۸، ۷/۳۰۷-۳۰۸.

[2] دیکھئے: جوامع السیره ص ۲۴. نیز دیکھئے: صحيح البخاري، كتاب المغازى، باب بعث على بن ابى طالب وخالد بن وليد رضی اللہ عنہما إلى اليمن قبل حجة الوداع، حديث نمبر ۴۳۵۰، ۸/۶۶.

[3] دیکھئے: جوامع السیره ص ۲۳.

ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا۔

امام بخاری نے ابو بردہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کے دو صوبوں کا الگ الگ گورنر نامزد کیا۔ یمن ان دنوں دو صوبوں پر مشتمل تھا۔ [1]

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف روانہ کیا گیا، اس وقت وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرح جوان تھے۔ ان کی عمر نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت تقریباً تیس سال تھی۔ [2]

تاریخ میں اور بھی بہت سے شواہد ملتے ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے، کہ نوجوان صحابہ کرام نے دعوتِ اسلامی کے لیے عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔

تنبیہ:

مذکورہ بالا شواہد سے یہ مفہوم اخذ نہ کرلیا جائے، کہ جوانوں کو بڑی عمر کے افراد کی رہنمائی اور سرپرستی کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ دعوتِ دین کی مصلحت اس بات میں ہے، کہ نوجوانوں کی قوت و طاقت کا استعمال بزرگوں کے تجربات اور بردباری کی روشنی میں کیا جائے اور خیر القرون کے دعوتی کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہی دستور موجود تھا۔

---

[1] صحیح البخاري، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ رضی اللہ عنہما إلی الیمن قبل حجة الوداع، جزء حدیث نمبر ٤٣٤١ و ٤٣٤٢، ٨/٦٠.

[2] حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ''میں نے طبقات القراء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ''صحیح بات یہ ہے، کہ ابوموسیٰ کا ذی الحجہ ۴۴ ہجری میں انتقال ہوا۔'' (سیر أعلام النبلاء ٢/٣٩٨). حافظ ابوبکر بن شیبہ کہتے ہیں، کہ ابوموسیٰ تریسٹھ سال زندہ رہے۔ (دیکھئے: الإصابة ٤/١٢٠). اسی طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر ۱۹ سال بنتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت یہ تیس سال کے تھے۔

-۱۶-

جہادِ اسلامی کی حقیقی صورت

اس واقعہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے، کہ اس کے ذریعے اسلامی جہاد کی حقیقی صورت لوگوں کے سامنے کھل کر آ جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو الوداع کہتے وقت جو وصیت فرمائی، اس میں جہاد اسلامی کی حقیقت اور خدوخال خاص طور پر آشکارا ہیں۔

امام طبری نے روایت کیا ہے، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! ٹھہرو، میں تمھیں دس وصیتیں کرتا ہوں: انھیں یاد رکھنا۔ خیانت نہ کرنا، دغا نہ دینا، دھوکا نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، کسی چھوٹے بچے کو، بڑے بوڑھے اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کھجور کا درخت نہ کاٹنا اور نہ اسے جلانا، کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا، بکری گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا، البتہ اگر کھانا مقصود ہو، تو ان کے ذبح کرنے کی اجازت ہے۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے، جو اپنے آپ کو ہر کام سے فارغ کر کے گرجوں میں پڑے ہوئے ہیں، انھیں کچھ نہ کہنا۔ تم ایک ایسی قوم کے پاس جاؤ گے، جو تمھارے پاس برتن لے کر آئیں گے، جن میں نوع بہ نوع کھانے ہوں گے، جب تم ایک کے بعد دوسرا کھانا کھاؤ، تو اللہ کا نام لیا کرو۔ تم کچھ ایسے لوگوں سے ملو گے، جنھوں نے اپنے سر درمیان سے منڈوائے ہوں گے اور اردگرد سے پٹیوں کی مانند بال چھوڑ رکھے ہوں گے، انھیں تلوار سے خوب مارو۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نکلو۔ اللہ

تعالیٰ تمھیں نیزے اور طاعون سے فنا کرے۔"[1]

صدیق اکبر کی یہ وصیت صرف لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہما کے نام ہی نہ تھی، بلکہ یہی وصیت انھوں نے دوسرے لشکروں کو بھی کی۔

امام مالک نے یحییٰ بن سعد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیے، تو وہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہمراہ پیدل چلتے ہوئے باہر نکلے، جو کہ شام کی طرف جانے والے چار لشکروں میں سے ایک کے امیر تھے۔ لوگوں کا کہنا ہے، کہ یزید نے ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا:

"یا آپ سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آتا ہوں"

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"نہ تم نیچے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ میں اللہ کی راہ میں ثواب کی نیت سے یہ قدم اٹھا رہا ہوں۔"

پھر ان سے کہا:

"تم ایک ایسی قوم کو ملو گے، جن کا خیال ہے، کہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر رکھا ہے، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کے علاوہ تم ایک ایسی قوم سے ملو گے، جن کے افراد نے اپنے سروں کے بال درمیان سے منڈوائے ہوں گے اور اردگرد سے چھوڑ رکھے ہوں گے، ان کی کھوپڑیوں پر تلوار کی ضرب لگانا۔"

میں تجھے دس وصیتیں کرتا ہوں:

"کسی عورت، بچے یا زیادہ بڑی عمر کے شخص کو قتل نہ کرنا، کوئی پھل دار

---

[1] تاريخ الطبري ۳/۲۲۶۔۲۲۷.

درخت نہ کاٹنا، کسی آبادی کو ویران نہ کرنا، کسی بکری یا اونٹ کو کھانے کی غرض کے سوا ذبح نہ کرنا، کھجور کے درخت کو آگ نہ لگانا اور نہ اسے کاٹنا، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور نہ بزدلی کا مظاہرہ کرنا۔''❶

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکروں کو وصیت کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکروں کو رخصت کرتے وقت اسی طرح کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔

امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی لشکر یا فوجی دستے کا امیر مقرر کرتے، تو اسے خاص طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتے اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہوتے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے: ''اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر جنگ کرنا، کافروں کے ساتھ لڑنا، خیانت نہ کرنا، کسی کو دھوکا نہ دینا، کسی کا مثلہ نہ کرنا، کسی بچے کو قتل نہ کرنا، جب تمھارا سامنا مشرکین میں سے کسی دشمن کے ساتھ ہو، تو انھیں تین باتیں اختیار کرنے کی دعوت دینا۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو اپنا لیں، تو اسے قبول کرکے ان سے اپنا ہاتھ روک لینا۔''❷

حضرت ابوبکر نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو جو وصیت کی، اس کا خلاصہ درج ذیل اشارات میں پیش خدمت ہے:

---

❶ الموطأ، كتاب الجهاد، النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو، روايت نمبر ۱۰، ۲/۴۴۷۔۴۴۸.

قریباً اسی طرح امام سعید بن منصور نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے: سنن سعيد بن منصور، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به الجيوش إذا خرجوا، روايت نمبر ۲۳۸۳، ۲/۱۴۸.

❷ صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته إياهم بآداب الغزو وغيرها، جزء من رقم الحديث ۳۔ (۱۷۳۱)، ۳/۱۳۵۷.

۱: خیانت اور مال غنیمت کے چرانے سے بچنا۔

۲: دھوکا دہی سے اجتناب کرنا۔

۳: مقتول کا ناک، کان کاٹنے سے احتراز کرنا۔

۴: بچوں کو قتل کرنے سے باز رہنا۔

۵: بوڑھوں کو قتل کرنے سے رکنا۔

۶: عورتوں کو قتل کرنے سے اجتناب کرنا۔

۷: درختوں کو تلف کرنے سے باز رہنا۔

۸: جانوروں کو بلا مقصد ذبح کرنے سے احتراز کرنا۔

۹: جو شخص لڑائی میں شریک نہیں اس سے اعراض برتنا۔

۱۰: کھانا کھاتے وقت ذکرِ الٰہی کرنے کا اہتمام کرنا۔

۱۱: مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں شریک ہونے والوں کو قتل کر دینا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت محض دلکش کلمات کا مجموعہ ہی نہ تھی، بلکہ مسلمانوں نے، ان کے دورِ حکومت میں اور اس کے بعد اس پر عمل کیا۔

قارئین کے فائدے کے لیے چند شواہد اور مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

۱: امام طبری روایت نقل کرتے ہیں، کہ "خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہذیل کاہلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری اور تحائف بھیجے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ تحائف بصورت جزیہ وصول فرمائے اور خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا، کہ اگر انھوں نے پہلے سے ان تحائف کو جزیہ میں شمار نہ کیا ہو، تو ان کا شمار جزیے میں کریں۔" [1]

اللہ اکبر! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دشمنوں کے ساتھ معاملات میں بھی کس قدر عدل و انصاف کو پیشِ نظر رکھا کرتے تھے۔ وہ ان سے جزیہ سے زیادہ کوئی چیز وصول کرنے

[1] تاريخ الطبري ۳/۳٦۲.

کے روادار نہ تھے، خواہ وہ ہدیہ کے نام سے ہی کیوں نہ پیش کی گئی ہو۔

ب: جب اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسیلمہ کذاب قتل ہوا اور بنوحنیفہ نے شکست کھائی، تو مجاعہ بن مرارہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا:

''آپ کے مقابلے میں تو ہمارے کچھ جلد باز قسم کے لوگ آئے، ابھی تو قلعے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔''

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ارے کم بخت کیا کہہ رہے ہو؟''

اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں درست کہہ رہا ہوں۔ آیئے میرے ذریعے میری قوم سے صلح کرلیں۔''

اس نے جان کے علاوہ ہر چیز پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔ پھر کہنے لگا: ''میں ان (اپنی قوم) کے پاس جاتا ہوں، تاکہ ان سے مشورہ کرلوں۔''

وہ ان کے پاس گیا۔ قلعوں میں عورتوں، بچوں، بڑے بوڑھوں اور کمزور مردوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اس نے ان سب کو ہتھیار پہنا دیئے اور عورتوں کو حکم دیا، کہ اپنے بال کھول کر قلعوں کے اوپر سے جھانکتی رہیں، یہاں تک کہ وہ ان کی طرف واپس آئے۔

وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف واپس پلٹا اور کہنے لگا: ''انھوں نے آپ سے میرے طے شدہ معاہدے کو ماننے سے انکار کردیا ہے اور اس معاہدے کو توڑنے اور اس سے براءت کا اظہار کرنے کی غرض سے کچھ لوگ قلعوں کے اوپر سے آپ کے سامنے بھی آئے ہیں۔''

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سمجھا، کہ قلعے مردوں سے بھرے ہوئے ہیں اور لڑائی نے مسلمانوں کو تھکا دیا تھا۔ لڑائی کافی لمبی ہوگئی تھی، اب ان کی دلی خواہش یہ تھی، کہ ایسی صورت میں وہ پلٹیں کہ کامیاب ہوں۔ وہ نہیں جانتے تھے، کہ قلعوں میں مردوں کی

موجودگی اور دوبارہ لڑائی کی حالت میں کیا ہونے والا ہے۔ مدینہ طیبہ کے رہنے والے مہاجرین اور انصار میں سے تین سو ساٹھ افراد قتل ہو چکے تھے۔ مدینہ طیبہ کے لوگوں کے علاوہ دوسرے مہاجرین میں سے تین سو افراد قتل ہو گئے تھے۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سونے، چاندی، ہتھیار اور نصف یا ایک چوتھائی قیدیوں کی شرط پر صلح کر لی۔

جب قلعوں کے دروازے کھولے گئے، تو وہاں صرف عورتیں، بچے اور کمزور لوگ موجود تھے، خالد بن ولید نے مجاعہ بن مرارہ سے کہا: ''اے کم بخت تو نے مجھے دھوکا دیا ہے۔''

اس نے کہا: ''وہ میری قوم ہے، جو کچھ میں نے کہا، اس کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتا تھا۔''[1]

سلمۃ بن سلامہ بن وقش اسی اثناء میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خط بنام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لے کر پہنچ گئے۔ اس خط میں خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا، کہ وہ بنو حنیفہ کے بالغ افراد کو قتل کر دیں۔[2]

پیغام رساں ان کے پاس پہنچا، تو دیکھا کہ انھوں نے ان سے صلح کر لی ہے، خالد رضی اللہ عنہ نے معاہدے کو پورا کیا اور عہد شکنی نہ کی۔[3]

اس واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اگر چاہتے، تو دو وجوہ کی بنا پر معاہدہ توڑ سکتے تھے:

---

[1] ملاحظہ ہو: الكامل ٢/٢٤٧.

[2] ملاحظہ ہو: تاريخ الطبري ٣/٢٩٩.

[3] ملاحظہ ہو: الكامل ٢/٢٤٧.

۱: مجاعہ بن مرارہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا تھا، کیونکہ اس نے ان سے کہا تھا، کہ قلعوں میں لوگ بھرے ہوئے ہیں۔ مگر صورتِ حال یہ تھی، کہ ان میں عورتیں، بچے اور کمزور لوگ ہی تھے۔

۲: دوسرا سبب یہ تھا، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ پر قابو پانے کے بعد ان کے بالغ افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اسباب کے باوجود ایفائے عہد کو ترجیح دی۔

ج: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایرانی سپہ سالار رستم نے جابان کو ایک لشکر کا قائد مقرر کیا تھا، اس کا مقابلہ نمارق کے مقام پر، جو حیرہ اور قادسیہ کے درمیان واقع تھا، ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے ہوا۔ اہل ایران ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے اور جابان کو قید کرلیا گیا۔ [1] اسے مطر بن فضہ التیمی نے گرفتار کیا تھا۔ جابان نے ان کو دھوکا دیا اور کہا، کہ: ''کیا یہ ممکن ہے، کہ آپ میری جان بخشی کردیں، تو میں اس کے بدلے میں دو نوعمر چاق و چوبند غلام آپ کے حوالے کردوں گا؟''

انھوں نے اس شرط پر اسے چھوڑ دیا۔ دوسرے مسلمان اسے پکڑ کر ابوعبیدہ کے پاس لے آئے اور ان کو بتایا کہ یہ ''جابان'' ہے اور انھوں نے اسے قتل کرنے کا مشورہ دیا۔

ابوعبیدہ نے ارشاد فرمایا کہ: ''مجھے اسے قتل کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے، کیوں کہ ایک مسلمان نے اس کو امان دی ہے اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی محبت اور مدد کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں، جو ایک کی ذمہ داری ہے، وہ سب کی ذمہ داری ہے۔''

انھوں نے کہا: ''وہ تو بادشاہ ہے''

---

[1] ملاحظہ ہو: البداية والنهاية ۲۷/۷.

آپ نے فرمایا: ''وہ ہوگا بادشاہ، لیکن میں بدعہدی نہیں کروں گا''

چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا۔ [1]

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں، کہ دشمن کے امیرِ لشکر کو قتل کر دینا، دشمن کی شکست کا باعث اور لشکرِ اسلام کے حوصلے بلند کرنے کا سبب بنتا ہے، لیکن ابوعبیدہ نے ایفائے عہد کو عہد شکنی پر ترجیح دی، ایرانی لشکر کے امیر کو قتل کرنے کی تجویز سے موافقت نہیں کی، کیونکہ ایک مسلمان نے اس کو امان دے رکھی تھی، اگرچہ یہ امان لاعلمی میں دی گئی تھی۔

د: امام عبد الرزاق نے فضیل رقاشی سے روایت کی ہے، انھوں نے بیان کیا:

''میں ایران کی بستیوں میں سے ایک بستی کے محاصرے کے موقع پر موجود تھا۔ اس بستی کا نام ''شاھرتا'' تھا۔ ہم نے پورا ایک مہینہ اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ ایک روز ہم نے دوسرے دن صبح کے وقت ان پر یلغار کا ارادہ کیا۔ جب ہم دوپہر کے وقت واپس آئے، تو ایک غلام پیچھے رہ گیا۔ ایرانیوں نے اس سے امان طلب کی، تو اس نے ان کے لیے امان لکھ کر خط تیر سے باندھا اور ان کی طرف پھینک دیا۔ جب ہم ان کی طرف واپس آئے، تو وہ اپنے سادہ کپڑوں میں نکل کر باہر ہمارے سامنے آگئے اور اپنے ہتھیار نیچے رکھ دیے۔

ہم نے کہا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

انھوں نے جواب دیا: ''اس لیے کہ تم نے ہمیں امان دے دی۔''

انھوں نے وہ تیر نکال کر ہمارے سامنے کر دیا، جس کے ساتھ امان کی تحریر بندھی ہوئی تھی۔ ہم نے کہا: ''یہ غلام ہے اور غلام کو تو کچھ (معاہدے) کرنے کا اختیار نہیں۔''

انھوں نے کہا: ''ہم تمھارے غلام اور آزاد کے فرق کو نہیں جانتے، وہ تو امان کی بنیاد پر نکلے ہیں۔''

---

[1] دیکھیے: الكامل ۲/۲۹۹. نیز ملاحظہ ہو: تاريخ الطبري ۳/٤٤٩.

ہم نے کہا: ''تم امان کے ساتھ پلٹ جاؤ'' (تمھارے اپنی بستی تک پلٹنے تک غلام کا دیا ہوا امان جاری رہے گا)۔

انھوں نے کہا: ''ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔''

ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا: تو انھوں نے جواباً تحریر فرمایا:

''مسلمان غلام مسلمانوں کا فرد ہے، اس کی دی ہوئی امان مسلمانوں کی دی ہوئی امان قرار دی جائے گی۔''

راوی نے کہا: ''اس طرح وہ مالِ غنیمت جو ہمارے قبضے میں آنے والا تھا ہاتھ سے جاتا رہا۔''[1]

تاریخ طبری میں مرقوم ہے، کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف یہ خط لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کو بہت بڑی بات قرار دیا ہے۔ تم اس وقت تک وفادار نہیں کہلا سکو گے، جب تک وفا نہیں کرو گے، شک کی صورت میں ان سے وفا کا رویہ اختیار کرو، اور ان سے واپس آ جاؤ۔''[2]

یہ قصہ ہمیں بتاتا ہے، کہ مسلمانوں نے مسلسل ایک ماہ سے اس بستی کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ انھیں یہ توقع تھی، کہ یہاں سے مالِ غنیمت ہاتھ لگے گا، لیکن انھیں بتائے بغیر جب ایک غلام نے انھیں امان دے دی، تو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی دی ہوئی امان کو برقرار رکھا۔

مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ ایفائے عہد کے اور بھی بہت سے ایسے شواہد ہیں، لیکن اختصار کی غرض سے انہی چار شواہد کے بیان کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

---

[1] المصنف، کتاب الجهاد، باب الجوار وجوار العبد والمرأة، روایت نمبر ۹٤۰۲، ۲۲۲/۵۔۲۲۳. اسی طرح امام سعید بن منصور نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے: سنن سعید بن منصور، کتاب الجهاد، باب ما جاء في أمان العبد ۲۳۳/۲.

[2] تاريخ الطبري ٩٤/٤.

حرفِ آخر

ہر قسم کی حمد و ثنا رب علیم و حکیم کے لیے، کہ اس نے مجھ ایسے ناتواں بندے کو اس موضوع کے بارے میں ان اوراق کو ترتیب دینے کی توفیق سے نوازا۔ اب اس ہی کے حضور اس معمولی کاوش کی قبولیت اور اس میں موجود کوتاہی کی معافی کی عاجزانہ التجا ہے۔

إنه قريب مجيب .

خلاصہ کتاب:

کتاب میں بیان کردہ دروس اور عبرتوں کا خلاصہ یہ ہے:

۱: سنت الٰہیہ ہے، کہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ ان کی سنگینی اہلِ ایمان کے لیے دین کی خدمت میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ دعوتِ اسلامی کا سلسلہ کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں۔ یہ سلسلہ ان شاء اللہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

۲: امت زندگی کے تمام شعبوں میں نبی کریم ﷺ کی کسی تردّد او تاخیر کے بغیر اتباع کی پابند ہے اور یہی اس کی نصرت و عزت کی راہ ہے۔

۳: نبی کریم ﷺ کے سوا امت میں کوئی معصوم نہیں۔ آپ ﷺ کی سنت کے خلاف کسی بھی رائے کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے کہنے والے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔

۴: اہلِ ایمان کے درمیان آراء میں اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن وہ اپنے اختلافات کا فیصلہ کتاب و سنت کی روشنی میں کرتے ہیں اور حق واضح ہونے پر چون و چرا کے بغیر دل و جان سے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

۵: احتساب سے کوئی امتی بھی مستثنیٰ نہیں۔ دورانِ احتساب بعض اوقات سختی سے کام لیا جاتا ہے۔

۶: دین کے سچے اور مخلص داعیوں کے قول و عمل میں تضاد نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے قول کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے بھی دعوت دیتے ہیں۔

۷: دین کی خدمت میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار ہے، البتہ وہ بزرگوں کی سرپرستی اور تجربات سے بے نیاز نہیں ہوتے۔

۸: اسلامی جہاد میں ظلم اور زیادتی نہیں، بلکہ اس میں عدل و انصاف ہے۔

اپیل:

اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے روئے زمین میں بسنے والے تمام مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں، کہ وہ:

[۱] اس واقعہ میں موجود دروس اور عبرت و نصیحت کی باتوں پر غور کریں اور ان سے فیض حاصل کریں۔

[۲] انبیائے سابقین علیہم السلام، امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر داعیانِ حق کے کارہائے نمایاں کو پڑھنے، پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کا اہتمام کیا جائے اور دعوتِ دین کے میدان میں کام کرتے ہوئے ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔

[۳] دنیائے اسلام کی جامعات اور مدارس میں [دعوت اسلامی کی تاریخ] کا مضمون پڑھایا جائے، کیونکہ امتِ مسلمہ کو عموماً اور دعوت کے میدان میں کام کرنے والے حضرات و خواتین کو خصوصاً سابقہ داعیان حق کے دعوتی کارناموں اور ان میں موجود عبرت اور نصیحت کی باتوں کو جاننے، سمجھنے اور ان سے راہ نمائی حاصل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں سعودی جامعات کے تجربہ سے استفادہ کیا جائے، جہاں [تاریخ الدعوۃ] کا مضمون پڑھایا جا رہا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ. وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

المراجع و المصادر

١ـ "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الارناؤوط.
٢ـ "أساس البلاغة" للعلّامة جار الله الزمخشري، ط: دارالمعرفة بيروت، سنة الطبع ١٤٠٢هـ.
٣ـ "أسباب اختلاف الفقهاء" للدكتور عبدالله بن عبدالمحسن التركي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٨هـ.
٤ـ "الإصابة في تمييز الصحابة" للحافظ ابن حجر، ط: دارالكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٥ـ "البداية والنهاية" للحافظ ابن كثير، ط: مكتبة المعارف بيروت، الطبعة الثانية ١٩٧٤م.
٦ـ "بذل المجهود شرح سنن أبي داود" للشيخ خليل أحمد السهار نفوري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، بدون سنة الطبع.
٧ـ "بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني" للشيخ أحمد عبد الرحمن البنا، ط: دارالشهاب القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٨ـ "تاريخ الإسلام" (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) للحافظ الذهبي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ، بتحقيق د. عمر عبد السلام تدمري.
٩ـ "التاريخ الإسلامي" (الخلفاء الراشدين والعهد الأموي)، للأستاذ محمود شاكر، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.
١٠ـ "تاريخ الأمم والملوك" المعروف بـ"تاريخ الطبري" للإمام ابن جرير الطبري، ط: دار سويدان بيروت، بدون سنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد أبي الفضل إبراهيم.

١١- "تـاريخ الخلفاء" للإمام السيوطي، الناشر: مير محمد كتب خانه كراتشي، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد محيي الدين عبد الحميد.
١٢- "تاريخ خليفه بن خياط"، دار طيبة الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٥هـ، بتحقيق د. أكرم ضياء العمري.
١٣- "تـحفة الأحـوذي" شـرح جـامـع التـرمـذي لـلشيـخ مـحمد عبد الـرحمن المباركفوري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.
١٤- "تـفسيـر أبـي السعود" المسمّى بـ"إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون سنة الطبع.
١٥- "تـفسيـر الـقـاسـمـي" المسمى بـ"محاسن التأويل" للعلّامة محمد جمال الدين الـقاسمي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٨هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.
١٦- "تـفسيـر الـقـرطبـي" الـمسـمّـى بـ"الجامع لأحكام القرآن" للإمام أبي عبد الله القرطبي، ط: دار إحياء التراث العربي، بدون سنة الطبع.
١٧- "التـفسيـر الـكبيـر" الـمسـمّـى بـ"مفاتيح الغيب" للعلّامة فخر الدين الرازي، ط: دارالكتب العلمية طهران، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.
١٨- "تـقـريب التهذيب" للحافظ ابن حجر العسقلاني، ط: دار الرشيد حلب، الطبعة الثانية ١٤٠٨هـ، بتحقيق ا. محمد عوّامه.
١٩- "التـلـخيص" (المطبوع بذيل المستدرك على الصحيحين) للحافظ الذهبي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٢٠- "جامع الترمذي" (المطبوع مع تحفة الأحوذي)، للإمام أبي عيسى الترمذي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.
٢١- "جـوامع السيرة" للإمام ابن حزم، الناشر: حديث اكادمي فيصل آباد، سنة الطبع ١٤٠١هـ، بتحقيق د. إحسان عباس ود. ناصر الدين الأسد.
٢٢- "حب النبى ﷺ وعـلامـاته" لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان،

الطبعة الحادية عشرة ١٤١٦هـ.
٢٣- "الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين ﷺ" لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.
٢٤- "حكم الإنكار في مسائل الخلاف" لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.
٢٥- "الدعوة إلى الإسلام" لـ توماس -و- آرنولد، ترجمه إلى العربية، د. حسن إبراهيم حسن وعبد المجيد عابدين وإسماعيل النحراوي، ط: مكتبة النهضة المصرية القاهرة، الطبعة الثالثة ١٩٧٠م.
٢٦- "الرحيق المختوم" للشيخ صفي الرحمن المباركفوري، ط: دارالسلام الرياض، الطبعة التاسعة ١٤١٢هـ.
٢٧- "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلّامة الألوسي ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.
٢٨- "سنن الدار قطني" للإمام الدارقطني، الناشر: حديث اكادمي فيصل آباد، بدون سنة الطبع.
٢٩- "سنن الدارمي" للإمام الدارمي، الناشر: حديث أكادمي فيصل آباد، سنة الطبع ١٤٠٤هـ، بتعليق السيد عبد الله هاشم اليماني المدني.
٣٠- "سنن أبي داود" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.
٣١- "سنن سعيد بن منصور" للإمام سعيد بن منصور ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي.
٣٢- "السنن الكبرى" للإمام البيهقي، ط: دارالمعرفة بيروت، تصوير عن الطبعة الأولى ١٣٥٤هـ.
٣٣- "سنن ابن ماجه" للإمام أبي عبد الله ابن ماجه، ط: شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمي.

٣٤۔ "سنن النسائى" (المطبوع مع شرح السيوطي وحاشية السندي) للإمام أبي عبد الرحمن النسائي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الأولى ١٣٤٨هـ.

٣٥۔ "سير أعلام النبلاء" للإمام الذهبي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٠٢هـ، بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط.

٣٦۔ "السيرة النبوية الصحيحة" للدكتور أكرم ضياء العمري، ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة الطيبة، سنة الطبع ١٤١٢هـ.

٣٧۔ "السيرة النبوية من مصادرها الأصلية" للدكتور مهدي رزق الله أحمد، ط: مركز الملك فيصل للبحوث الإسلامية الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٣٨۔ "السيرة النبوية وأخبار الخلفاء الراشدين" للإمام ابن حبان البستي، ط: مؤسسة الكتب الثقافية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ، بتعليق الحافظ السيد عزيز بك وجماعة من العلماء.

٣٩۔ "شرح النووي على صحيح مسلم" للإمام النووي، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع ١٤٠١هـ.

٤٠۔ "الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية" للإمام الجوهري، ط: دارالعلم للملايين بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٤هـ، بتحقيق الأستاذ أحمد عبد الغفور عطّار.

٤١۔ "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام البخاري، نشر وتوزيع: رئاسة إدارت البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٤٢۔ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٤٣۔ "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ الالباني، نشر: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٤٤۔ "صحيح سنن ابن ماجه" اختيار الشيخ الالباني، نشر: مكتب التربية العربى لدول

الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.
٤٥ـ "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن حجاج القشيري، نشر و توزيع: رئاسة إدارت البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي.
٤٦ـ "صفة الصفوة" للإمام ابن الجوزي، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٥هـ، بتحقيق الشيخ محمود فاخوري، وتخريج د. محمد رواس قلعجي.
٤٧ـ "الطبقات الكبرى" للإمام ابن سعد، ط: دار بيروت، و دار صادر بيروت، سنة الطبع ١٣٧٧هـ.
٤٨ـ "ظلال الجنة في تخريج السنة" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٣هـ (المطبوع مع كتاب السنة).
٤٩ـ "عمدة القارئ" للعلّامة العيني، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٥٠ـ "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للعلّامة أبي الطيب العظيم آبادي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.
٥١ـ "غريب الحديث" للحافظ ابن الجوزي، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ، بتحقيق د. عبد المعطي أمين قلعجي.
٥٢ـ "فتح الباري" للحافظ ابن حجر، نشر و توزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، بدون سنة الطبع.
٥٣ـ "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل" للشيخ أحمد البنا، ط: دارالشهاب القاهرة، بدون سنة الطبع.
٥٤ـ "فتوح البلدان" للإمام البلاذري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، سنة الطبع ١٣٩٨هـ، بتعليق الأستاذ رضوان محمد رضوان.
٥٥ـ "الكامل في التاريخ" للإمام ابن الأثير، ط: دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٨٧هـ.
٥٦ـ "كتاب السنة" للحافظ ابن أبي عاصم الشيباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت،

الطبعة الثالثة ١٤١٣هـ.

٥٧ـ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" للحافظ الهيثمي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٥٨ـ "المحلّى" للإمام ابن حزم، الناشر: مكتبة الجمهورية العربية بالقاهرة، بدون الطبعة.

٥٩ـ "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلّامة الملا علي القاري، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتعليق الأستاذ صدقي محمد جميل العطار.

٦٠ـ "مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر" لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الثانية ١٤١٣هـ.

٦١ـ "المستدرك على الصحيحين" للإمام الحاكم، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦٢ـ "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، ط: دار المعارف للطباعة والنشر بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ، بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر.

٦٣ـ "مسند أبي يعلى الموصلي" ط: دارالمأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد.

٦٤ـ "مشكاة المصابيح" للحافظ ولي الدين محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ، بتحقيق الشيخ الألباني.

٦٥ـ "مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه" للحافظ البوصيري، ط: دارالجنان بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ، مع تقديم الأستاذ كمال يوسف الحوت.

٦٦ـ "المصنف" للإمام ابن أبي شيبة، ط: الدار السلفية بومبائي الهند، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦٧ـ "المصنف" للإمام عبد الرزاق الصنعاي، ط: المجلس العلمي جنوب أفريقيا، الطبعة الأولى ١٣٩٢هـ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي.

٦٨۔ "معجم البلدان" للعلّامة ياقوت الحموي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ، بتحقيق الأستاذ فريد عبد العزيز الجندي.

٦٩۔ "المعجم الوسيط" للأساتذة إبراهيم مصطفى وأحمد حسن الزيات وحامد عبدالقادر وحمد علي النجار، ط: دارالدعوة تركية، سنة الطبع ١٩٨٠م.

٧٠۔ "من صفات الداعية: اللين والرفق" لـ فضل إلهي، ط. إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الثالثة ١٤١٤هـ.

٧١۔ "موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان" للحافظ الهيثمي، ط: دار و مكتبة الهلال بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد عبد الرزاق حمزة.

٧٢۔ "الموطأ" للإمام مالك، ط: عيسى البابي الحلبي وشركاه القاهرة، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٧٠هـ، بتصحيح وتخريج الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي.

٧٣۔ "نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر، ط: قرآن محل كراتشي باكستان، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٧٤۔ النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: المكتبة الإسلامية الطبعة الأولى ١٣٨٣هـ، بتحقيق الأستاذين محمود محمد الطناجي وطاهر أحمد الزاوي.

٧٥۔ "هامش صحيح مسلم" للشيخ محمد فؤاد عبد الباقي، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالممكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٧٦۔ "هامش المسند" للشيخ أحمد شاكر، ط: دارالمعارف بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.

٧٧۔ "هامش المسند" للشيخين شعيب الأرناؤوط وعادل مرشد، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

٧٨۔ "هامش مصنف عبد الرزاق" للشيخ حبيب الرحمن الأعظمي، ط: المجلس العلمي جنوب أفريقيا، الطبعة الأولى ١٣٩٢هـ.

مؤلف کی عربی مؤلفات

١. فضل آية الكرسي وتفسيرها
٢. إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
٣. حب النبي ﷺ وعلاماته
٤. وسائل حب النبي ﷺ
٥. مختصر حب النبي ﷺ وعلاماته
٦. النبي الكريم ﷺ معلماً
٧. التقوىٰ: أهميتها وثمراتها وأسبابها
٨. أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
٩. الأذكار النافعة
١٠. من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
١١. فضل الدعوة الى الله تعالىٰ ١٢. ركائز الدعوة إلى الله تعالىٰ
١٣. الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٤. السلوك و أثره في الدعوة إلى اللّٰه تعالىٰ
١٥. من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
١٦. من صفات الداعية : اللين والرفق
١٧. الحسبة : تعريفها و مشروعيتها و وجوبها
١٨. الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضى الله عنهم
١٩. شبهات حول الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر
٢٠. مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر (فى ضوء النصوص وسير الصالحين)
٢١. حكم الإنكار فى مسائل الخلاف
٢٢. الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه
٢٣. الاحتساب على الأطفال
٢٤. قصة بعث أبي بكر جيش اُسامة رضى الله عنهما (دراسة دعوية)
٢٥. مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
٢٦. التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
٢٧. التدابير الواقية من الربا في الإسلام
٢٨. شناعة الكذب وأنواعه
٢٩. لا تيئسوا من روح اللّٰه (تحت الطبع)

مصنف کی اُردو تالیفات

۱۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟
۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب
۴۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم
۵۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت والد
۶۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب
۷۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے
۸۔ دعوتِ دین کیسے دیں؟ ۹۔ والدین کا احتساب
۱۰۔ فضائلِ دعوت ۱۱۔ دعوت دین کون دے؟
۱۲۔ رزق کی کنجیاں ۱۳۔ مسائل عیدین
۱۴۔ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
۱۵۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
۱۶۔ بیٹی کی شان وعظمت ۱۷۔ بچوں کا احتساب
۱۸۔ قرض کے مسائل ۱۹۔ مسائل قربانی
۲۰۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام ۲۱۔ ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
۲۲۔ بیٹی کی شان وعظمت
۲۳۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیر طبع)
۲۴۔ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ، دُروس وعبرتیں (زیر طبع)

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم

اس کتاب میں موضوع بالا کے متعلق چھیالیس باتیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- ❀ ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- ❀ تعلیم میں اشاروں، شکلوں اور لکیروں کا استعمال
- ❀ تعلیم بالعمل
- ❀ پہلے اجمال پھر تفصیل
- ❀ فقیر طلبہ کے لیے ایثار
- ❀ طلبہ کے احوال کو پیش نظر رکھنا
- ❀ لائق طلبہ کی حوصلہ افزائی
- ❀ تعلیم میں آسانی

کتاب کے امتیازی خصائص:

۱: کتاب کی اساس قرآن وسنت۔

۲: غیر ثابت شدہ روایات سے اجتناب۔

۳: آیات واحادیث سے استدلال میں تفاسیر اور شروح حدیث سے استفادہ۔

۴: غیر متعلقہ موضوعات کے متعلق گفتگو سے گریز۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ

لشکرِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

دروس اور عبرتیں

ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد